

پشاور

جلد

راہِ ہدایت

✽ شاد باس و شاد ذی الے سر زمین دیوبند ✽ ہند میں تونے کیا اسلام کا جھنڈا بلند ✽



ناشر: نوجوانانِ احناف طلباء دیوبند پشاور

واٹس ایپ نمبر: 03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین مجلہ راہِ سعادت پشاور

فہرست	
01	اداریہ
03	مرزا قادیانی کے باطل عقائد و نظریات کا قرآن و حدیث سے محقق و مدلل اور مختصر جوابات
10	تنظیم فکر ولی اللہی کا تعارف
14	کیا معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کے اختیار میں ہوتا ہے؟ معاشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب
23	بھینس کی قربانی امین اللہ پشوری کی زبانی
29	امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خواب میں اللہ کا دیدار کرنا اور اس پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب
32	نواصب کا تعارف
38	مفتی محمد حسین نیلوی صاحب کے عقائد و نظریات
46	فقہ غیر مقلدین قرآن و حدیث کے خلاف ہے
51	تین دن قربانی فاروق رفیع کی زبانی
57	تدفین میت کے بعد قبر کے پاس سورۃ البقرۃ کا ولولہ آخر پڑھنا

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ
مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ
ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی و نگرانی

منظم اسلام محقق العصر حضرت مولانا مفتی سجاد الحق صاحب
دست بردار کاظم العالیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی صاحب
دست بردار کاظم العالیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب مدظلہ
محقق العصر حضرت مولانا مفتی رب نواز حق صاحب حفظہ اللہ
مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع صاحب، حضرت مولانا مفتی
محمد طلحہ صاحب، حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب، حضرت
مولانا عبدالرحمن عابد صاحب، حضرت مولانا محمد حسن طارق

الماتریدی صاحب

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب

مدیر

طاہر گل دیوبندی

وائس ایپ نمبر: +923428970409

نوٹ: ہر سالہ صرف PDF میں دستیاب ہوگا

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

کچھ باتیں قارئین کی خدمت میں

الحمد للہ مجلہ راہ ہدایت کا پہلا شمارہ آپ حضرات کی خوب محنت اور اخلاص کی وجہ سے اہل علم کے ہاں کافی مقبول ہوا۔ کئی اہل علم حضرات نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مختلف تبصرے ارسال فرمائے۔ جزاءہم اللہ خیراً و احسن الجزاء۔ چونکہ سوشل میڈیا کا دور ہے تو ہمارا مجلہ الحمد للہ بیرون ممالک میں بھی کئی اہل علم کے پاس پہنچ گیا اور مطالعہ کرنے کے بعد ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ یہ سب آپ حضرات کی محنت کا نتیجہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ مجلہ کی ایک خصوصیت جس کا اظہار ہم نے پہلے شمارے میں بھی کیا ہے کہ ہماری محنت کا دائرہ کار عقائد و نظریات اور مسلک حق کی پاسبانی کرنا ہے۔ لہذا تمام قارئین اور مضمون نگار حضرات اس پر زیادہ توجہ دیں۔ مسلک دیوبند کے ساتھ منہج اکابر بھی ضروری ہے۔ ہم اہل الحاد کی طرح نئی تشریحات کرنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ ہمارے اکابرین علمائے احناف دیوبند نے مجموعی طور پر دین اسلام اور عقائد کی جو تشریح فرمائی ہے وہی حق و سچ ہے اور اسی کے ہم آگے ناقلین بنیں۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ لہذا جتنے ساتھی بھی لکھتے ہیں وہ مسلک کے ساتھ منہج کا بھی انتہائی خیال رکھا کریں۔

اکابر اربعہ امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، امین ملت علامہ محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ، قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ اور بحر العلوم حجت الاسلام علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کے مسلک دیوبند کے لئے جو خدمات ہیں ان حضرات کے کتب و اقوال اور منہج کو سامنے رکھ کر احقاق حق و ابطال باطل کا فرضہ اپنانے کی کوشش کریں۔

حضرت مولانا عبدالحجید لدھیانوی رح سابق شیخ الحدیث کھروڑیکا ملتان کا قول ان کی خطبات میں پڑھا تھا کہ

"اگر اجمالی ایمان معتبر ہے تو میرے عقائد و نظریات وہی ہیں جو امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کا ہے"

تو جب اتنے بڑے بڑے شخصیات کے لئے عقائد و نظریات میں یہی اکابر مرجع ہیں تو ما و شما کی کیا حیثیت ہے۔ لہذا ان حضرات کی تشریحات کو مرجع بنایا جائے اور ان حضرات کی کتب کے مطالعہ کی برکت سے ان شاء اللہ قوۃ استدلال کی ملکہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

تیسری بات جو انتہائی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مجلہ ہر آنے والے انگریزی کیم تاریخ کو ہم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا جن حضرات کے ذمہ مضامین لکھنے ہوتے ہیں وہ اپنے مضامین تیس تاریخ تک ارسال کیا

کریں۔ کیونکہ آپ کے مضامین کئی مراحل سے گزرتے ہیں۔ ان کو ترتیب دینا پڑتا ہے اس کے بعد نظر ثانی کی جاتی ہے۔

چوتھی بات اپنے مضامین ٹیکس میج کی صورت میں بھیجا کریں کیونکہ ہمارے مجلہ کی ساری ترتیب موبائل کے ذریعے کی جاتی ہے فی الحال ہمارے ہاں کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کی ترتیب نہیں ہیں۔

مضامین آپ حضرات جناب طاہر گل دیوبندی صاحب یا بندہ عاجز کے واٹس ایپ نمبر پر بھیج سکتے ہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ مجلہ جب آپ حضرات کے ہاں پہنچ جائے تو اسے اپنے فیس بک اکاؤنٹ، واٹسپ

گروپس، اور سوشل میڈیا کے دیگر ذرائع سے عام کر کے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ مجلہ کے متعلق آپ

حضرات کو جوں جوں تبصرے موصول ہو تو مدیر یا نائب مدیر کے نمبر پر ارسال کر لیا کریں تاکہ آئندہ ہم اہل علم

حضرات کے یہ تائیدی تبصرے مستقل مضمون کی شکل میں شائع کریں تاکہ ان حضرات کی سرپرستی ہمارے لیے سند

کا کام دیں۔ وفقکم اللہ لما یحب ویرضی۔

ماخوذ از دروس مناظرہ

الشیخ مفتی محمد نعیم محمودی صاحب

مرزا قادیانی کے باطل عقائد و نظریات کا قرآن و حدیث سے محقق، مدلل اور مختصر جوابات

قادیانیوں کا پہلا عقیدہ اور اس کا رد

مرزا غلام قادیانی کا دعویٰ ہے کہ نبی آخر الزمان میں ہوں۔ (ایک غلط فہمی کا ازالہ صفحہ 8)
جواب: جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جناب نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ماننا یہ دائرہ اسلام سے خروج ہے یہ بات آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور اس پر تمام مسلمان متفق ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر قرآنی شہادت

ما کان محمد أباً أحد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیماً۔ (الاحزاب 40)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ نہیں کسی کے تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول اللہ ہے اللہ کا اور مہر ہے سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفصیل گزر چکی ہے جو ختم نبوت کی واضح ثبوت ہے۔
اور احادیث مبارکہ بھی گزر چکی ہے تفصیل اس میں موجود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر صراحتاً دلالت کرتا ہے اور واضح ثبوت ہے۔

قادیانیوں کا دوسرا عقیدہ اور اس کا رد

2۔ مرزا غلام قادیانی پر وحی بارش کی طرح نازل ہوتی تھی وحی کبھی عربی میں اور کبھی دوسری زبانوں میں ہوتی تھی۔ (حقیقت الوحی 1/17 وغیرہ)

جواب: نبوت کا دروازہ بند ہے تو وحی لا محالہ بند ہوگی جب نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وحی تو نازل ہو اور نبی نہ ہو۔ یہی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے مثلاً قرآن میں ہے:

ولقد أوحى إليك وإلى الذين من قبلك لئن أشركت ليعبطن عملك ولتكونن من الخاسرين (الزمر 65)

ترجمہ: آپ کی طرف اور آپ سے پہلے بھی اس قدر انبیاء آئے سب کی طرف وحی کی گئی، اگر تم بھی شرک کرو تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے۔

اس آیت میں (من قبلك) کے بعد من بعدك نہیں آیا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اس لئے من بعدك کا جملہ نہیں آیا۔

قادیانیوں کا تیسرا عقیدہ اور اس کا رد

مرزا غلام قادیانی کی تعلیم اب تمام انسانوں کے لئے نجات ہیں (اربعین ص 180)
جواب: نجات کا دار و مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہے نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات میں۔ قرآن کے ہوتے ہوئے تورات زبور انجیل کی تعلیم پر عمل جائز نہیں ہے حالانکہ ہم مانتے ہیں ان کتابوں کو لیکن نجات نار اور دخول جنت کا اب صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری ہوئی شریعت مطہرہ اور یہی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے مثلاً:

1. وما هو الا ذكر للعالمين (القلم 52)

ترجمہ: اور نہیں یہ قرآن مگر تمام عالم والوں کے لئے نصیحت۔

2. تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيراً (الفرقان: 1)

ترجمہ: برکتوں والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قرآن نازل کیا تا کہ تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے ہو جائے۔

3. وان تطيعوه تهتدوا (النور 54)

اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو بس ہدایت پاؤ گے۔

اسی طرح قرآن کی متعدد آیتوں میں اس عقیدہ کا بطلان اور رد موجود ہے تفصیل گزر چکی ہے۔

قادیانیوں کا چوتھا عقیدہ اور اس کا رد

جو مرزا قادیانی کی نبوت نہ مانے وہ جہنمی ہے کافر ہے۔ (حقیقۃ النبوة صفحہ 282 فتاویٰ احمدیہ صفحہ 381)
جواب: پوری امت اس عقیدہ پر متفق چلی آرہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کوئی نہیں شریعت یا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا تو اب اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی نبی نہیں ہے۔ جب نبی

نہیں تو اس نبوت کو تسلیم کرنا کیسے ممکن ہے، بلکہ اس کی کوئی نبوت کو ماننا یہی دخول جہنم کا ذریعہ ہے۔ اس ملعون قادیانی نے روحانی خزائن اور اپنے دیگر کتب میں لکھا ہے کہ جو مجھے نبی تسلیم نہ کریں وہ زنا کا پیدا وار ہے اور کنجریوں کا پیدا وار اور جہنمی ہے۔ (لعنت اللہ علیہ)

قادیانیوں کا پانچواں عقیدہ

مرزا غلام قادیانی کے معجزات کی تعداد دس لاکھ (1000000) ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار (3000) ہے (تمتہ حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر 136)

جواب: علماء اہلسنت والجماعہ فرماتے ہیں کہ یہ بات عقائد میں ہے کہ معجزہ خصائص نبوت میں سے ہے اور نبوت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے لہذا اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کریگا تو وہ کافر ہوگا۔

فائدہ: نبوت ختم ہو چکی ہے ایک مثال سے وضاحت

بوتل پر جب ڈھکن بند ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس بوتل کے اندر جو پانی ہے یہ باہر نہیں آئے گا اور کوئی پانی اس کے اندر داخل نہیں ہوگا، تو نہ کوئی نبی نبوت سے خارج ہوگا اور نہ کوئی نیا نبی نبوت میں داخل ہوگا اور معجزات بھی نبوت کے ساتھ خاص ہے تو جب نبوت باقی نہ رہی تو معجزات کا تصور بھی محال ہے اور جو معجزہ کا دعویٰ کرے گا وہ ختم نبوت کی وجہ سے خود کو دائرہ اسلام سے خارج کرے گا۔

قادیانیوں کا چھٹا عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر شان والے ہیں (قول فصل صفحہ 6 اربعین صفحہ 103)

جواب: ہمارے عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبوت میں کوئی آگے نہیں اور نہ ہی درجات میں آگے ہو سکتا ہے قرآن میں فرمایا گیا (لنؤمن بہ ولننصرنہ) کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا گیا کہ اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کو پاؤ تو اس پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت بھی کرنا۔

فائدہ: اللہ نے انبیاء کو مخاطب کر کے فرمایا آپ میرے حبیب پر ایمان لانا اگر ان کے زمانے کو پالیا اور ان کی نصرت بھی کرنا۔ تو قادیانی کی کیا حیثیت ہے۔

قادیانیوں کا ساتواں عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے۔

جواب: اس عقیدے کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ کوئی امتی جیسا بھی ہو نبی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اور جب یہ بات مسلم ہے تو غلام قادیانی تو نبی نہیں تھا، وہ تو ولی بھی نہیں تھا پھر یہ انبیاء علیہم السلام سے افضل کیسے ہو سکتا ہے (خود مرزا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا) ۱۵

قادیانیوں کا اٹھواں عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تحقیر آمیز جملے استعمال کئے ہیں۔

جواب: اہلسنت والجماعت فرماتے ہیں کہ نبی کی تعظیم و تکریم کا حکم اللہ کی طرف سے ہے اس کا انکار کرنا کفر ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

1: لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُؤْمِنُوهُ وَتَسْبِّحُوْهُ بِكْرَةً وَاصِيلاً (فتح 9)

ترجمہ: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور رسول کی عزت اور وقار کرو۔

2: لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (الحجرات 2)

ترجمہ: اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو اور ایسی بلند آواز سے بات مت کرو جیسا کہ آپس میں کرتے ہو۔

3: قُلْ اَبَااللّٰهِ وَاٰیٰتُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِکُمْ (التوبہ آیت 65، 66)

(

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیت اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اب عزت مت بناؤ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا احادیث سے ثبوت

وعن مجاہد رحمہ اللہ قال اتی عمر بنرجل سب نبیاً صلی اللہ علیہ وسلم فقتلہ ثم قال عمر رضی اللہ عنہ

من سب نبیاً فاقتلوہ (الصارم المسلول لابن تیمیہ صفحہ 190)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کو یا کسی نبی کو گالی دے اس کو قتل کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہے سارے جہانوں کے لئے لیکن دو قسم کے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سزا کا حکم دیا اور صحابہ نے بھی دیا اور عملی اعتبار سے امت کے لئے تاریخ رقم کی کہ جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے عزتی اور تحقیر کرے گا اس شخص کی سزا قتل ہے وہ دو قسم کے لوگ یہ ہیں۔

1: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر حملہ کرنے والے سے بھی صحابہ نے قتال کیا جیسا کہ جنگ یمامہ میں میں مسلہ کذاب کو قتل کیا اس طرح فیروز دیلمی نے اسود عتسی کو قتل کیا۔ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ہمارہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو جو کوئی دعویٰ کرے گا نبوت کا اس کا علاج قتل و قتال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

2: وہ شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی گالیوں کے ذریعہ کریں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے تو اس شخص کے لئے سزائے موت کا حکم ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملی شکست دے کر امت کے لئے بعد کے آنے والے شاتم رسول جتنے بھی ہو ایک قانون رقم کیا کہ جو نبی کو گالیاں دے اس کو قتل کرد اور جو صحابہ کو گالیاں دے اس کو گرفتار کر کے کوڑے لگاؤ (نبی کا فرمان ہے)۔

پاکستان میں 295C اور 295B کا نفاذ

ایسا نظام، ایک اسلامی معاشرے میں ملک و ملت کے لئے ضروری ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی پر یا صحابہ کی گستاخی پر قانون سازی ہو اور وہ قانون سازی جو صحابہ نے اپنے معاشرے میں قائم کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی پر قتل اور صحابہ کی گستاخی پر گرفتار ہو۔ لیکن صد افسوس کہ پاکستان میں شور ہے گستاخ رسول ﷺ یا گستاخ صحابہ کے بارے میں لیکن زور نہیں صرف نام سے 295B _ 295C ہے لیکن عمل نہیں ہے۔ جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کے امراء کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی گستاخی سرعام کی جاتی ہے۔ دیکھئے محرم کے مہینے میں شیعہ جلوس کرتے ہیں تو صحابہ کرام کی گستاخی اس جلسے کی ضروریات میں سے ہوتی ہے لیکن صد افسوس حکومت اس قانون کو نظر انداز کرتی ہے کہ

من سب نبی فاقتلوه ومن سب اصحابی فاجلدوه

توجہ: کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرے اسے قتل کرو اور جو میرے صحابہ کی گستاخی کرے اس کو (گرفتار کر کے) کوڑے لگاؤ۔

یقین کریں کہ اس ملک سے انتشار اس طریقے سے ختم ہو گا ان لوگوں کے یہ ارادے خاک میں مل جائیں گے کہ یہ مذہب اور یہ ملک عزیز کھڑے ہو جائے اور ہمارا تسلط پھر سے آجائے۔

قادیانیوں کا نواں عقیدہ اور اس کا رد

قرآن کی میں سے زائد آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا مگر مرزا غلام قادیانی نے کہا کہ ان آیات کا مخاطب میں ہوں (دافع البلاء صفحہ: 31 / اعجاز احمدی صفحہ 11 / 291)

جواب: اس عقیدے کی مذمت قرآن میں اس طرح کی گئی ہے

اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون (سورة الانعام آیت 93)

ترجمہ: آج قیامت کے دن سخت ذلت کا عذاب تم کو دیا جائے گا بسبب اس کے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے

اس طرح حدیث میں ہے

عن ابن عباس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار (ترمذی جلد دوم صفحہ 19 کذا فی البشكاة صفحہ 419)

ترجمہ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن میں اپنے طرف سے کچھ کہا تو وہ جہنم اپنا ٹھکانہ بنالے۔

اس پر امت کا اجماع ہے جس کو قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے كذلك وقع الاجماع على تكفير من دافع نص الكتاب۔

فائدہ:

قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہوگی جو مخیر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی یا صحابہ نے کی ہو، ورنہ خدا نخواستہ ہر کوئی اٹھے گا اور آیات قرآنی کی مصداق خود کو بتلے گا۔

قادیانیوں کا دسواں عقیدہ اور اس کا رد

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تین بیٹیاں جھوٹی نکلی (اعجاز احمدی صفحہ 14)

جواب: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی جو بھی کہتے ہیں وہ اللہ جل شانہ کے حکم سے کہتے ہیں تو نبی کی پیشین گوئیاں حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی پیشین گوئی ہے اور اللہ کیسے جھوٹ بول سکتا ہے یہ عقیدہ بھی قرآن اور حدیث کا صریحاً خلاف ہے

مثلاً

- 1: ویستعجلونك بالعذاب ولن یخلف الله وعده (سورۃ حج آیت 47)
ترجمہ: آپ سے وہ جلدی عذاب مانگتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے ہر گز خلاف نہیں کرے گا۔
- 2: ولا تحسبن الله یخلف وعده رسوله ان الله عزیز ذو انتقام (سورۃ ابراہیم آیت 47)
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف کرے گا ضرور اللہ غالب انتقام والا ہے۔
- 3: ما یبدل القول لدی (سورۃ ق آیت نمبر 29)
ترجمہ: میرے ہاں قول میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی

تلك عشرة كاملة

مولانا عبداللہ مندر صاحب

قسط: 1

تنظیم فکر ولی اللہی کا تعارف

روز اول سے اسلام کے خلاف مختلف شکلوں میں سازشیں ہو رہی ہیں۔ یہود و نصاریٰ ہو یا روافض و مستشرقین، معتزلہ و مجسمہ ہو یا قادیانی، منکرین تقلید ہو یا منکرین حدیث۔ سب کے سب ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ اسلام اور اسلامی احکامات کو بازیچہ اطفال بنائیں۔ لیکن محافظین اسلام نے ان کو دمدان شکن اور مدلل جوابات دیکر ان کی دجل و فریب کو دنیائے جہاں کے سامنے آشکارا کر کے رکھ دیا۔

اب کچھ عرصے سے ایک خطرناک تنظیم "فکر ولی اللہی" کے نام سے معرض وجود میں آئی ہے۔ جس کی بنیاد پاکستان کے ملتان شہر میں مولانا سعید احمد رائپوری نے 1987 میں رکھی ہے۔ اس تنظیم سے وابستہ حضرات اپنی نسبت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ جی ہاں کسی تحریک کو پروان چڑھانے کیلئے اہم اور کارآمد فارمولا یہی ہے کہ اس کی نسبت معروف شخصیت کی طرف کی جائیں۔ محترم جناب مولانا عرفاروق صاحب اپنی مشہور زمانہ کتاب "تنظیم فکر وں لہی کیا ہے؟" میں لکھتے ہیں کہ:

اس سے انکار نہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور خاص کر مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے کچھ تفردات، تحقیقات اور ذاتی نقطہ ہائے نظر ہیں، جن کے بارے میں ان کے مابہ ناز شاگرد مولانا سعید احمد اکبر آبادی صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ:

"شروع میں اس کا اظہار کر دینا بھی ضروری ہے کہ ہم خود مولانا (سندھی صاحب) مرحوم کے سب خیالات اور ترم افکار و آراء سے من وعن متفق نہیں"

(عبید اللہ سندھی اور انکے ناقد ص 27)

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکابر کے تفردات کی پوٹ بنا کر انہیں تحریکی شکل دینا اور انکی ترویج و اشاعت کو اپنا مشن بنانا (خصوصاً جب کہ انکی نسبت بھی متنازع ہو) انتہائی مذموم جسارت ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں یہ ایک مسلم امر ہے کہ کسی مسئلہ کے فی نفسہ صحیح یا غلط ہونے کا معاملہ الگ ہوتا ہے اور اس کو تحریکی شکل میں پیش کرنے کا معاملہ الگ ہوتا ہے۔

مفسر قرآن مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:

"انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سندھی کے بعض افکار شاذ بھی ہیں، بعض مرجوح قسم کے خیالات بھی ہیں اور بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ مولانا ان پر بے جا سختی بھی کرتے تھے بعض باتیں مصلحت کی خاطر بھی ناگزیر خیال کرتے تھے اور بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن کی نسبت ان کی طرف کرنے میں تلامذہ نے غلطی کی ہے۔"

(عبید اللہ سندھی کے علوم و انکار ص 13 بحوالہ تنظیم فکر ولی اللہی کیا ہے ص 25 تا ص 31)

بہر حال اس تنظیم کے انتہائی خطرناک نظریات و عقائد ہیں۔ جن کی تفصیل بمع حوالہ جات کے آنے والے قسطوں میں عرض کریں گے۔ فی الحال مختصراً ان کے کچھ عقائد بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

تنظیم فکر ولی اللہی کی نظریات

نمبر: 1

ذات باری تعالیٰ کے متعلق تمام مسلمانوں کے برخلاف ایک الگ تصور قائم رکھنا۔

نمبر: 2

انبیاء اور نبوت کی توہین۔

نمبر: 3

جبرئیل علیہ السلام کو بجائے مقرب فرشتے کے ایک نفسیاتی کیفیت سمجھنا۔

نمبر: 4

جنت اور جہنم سے انکار کرنا۔

نمبر: 5

حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی کے مسلمہ عقیدے سے صریح انکار کرنا۔

نمبر: 6

بعض مقامات پر انکار حدیث کا نظریہ رکھنا۔

نمبر: 7

اسلامی قوانین کی تنقیص کرنا یعنی فقہ اسلامی کو دور جدید میں ناقابل عمل سمجھنا۔

نمبر: 8

بے سوچے سمجھے قرآن پڑھنے کو شرک اور بت پرستی سمجھنا۔

نمبر: 9

قرآن پاک میں تعزیریاتی احکام اور حدود کو مخصوص وقت کیلئے سمجھنا۔

نمبر: 10

عقیدہ شفاعت سے انکار۔ بلکہ کہتے ہیں کہ عقیدہ شفاعت عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی نقل ہے۔

نمبر: 11

دجی کو پیغمبر کی نفسیاتی قوت اور داخلی استعداد کی پیداوار سمجھنا۔

نمبر: 12

افغان جہاد کو ایک ڈرامہ اور طاہان کو امریکی ایجنٹ سمجھنا۔

نمبر: 13

پاکستان کے دینی مدارس کے لوگوں کو جاہل اور اسلام کے غلط نمائندے سمجھنا۔

نمبر: 14

موجودہ دور کا خانقاہی نظام ایک لعنت سمجھنا۔

نمبر: 15

عورتوں کو مردوں کی طرح سرعام باہر پھرنے کی اجازت دینا۔

نمبر: 16

کہتے ہیں، جو مذہب عقل کو پیچھے ڈال دے ایسا مذہب خود اسلام ہی کے نام سے کیوں نہ ہو وہ واقعی اعصاب زدگی، جزبات کا پھجان اور بے عقلوں کا مذہب ہو جاتا ہے۔

نمبر: 17

کہتے ہیں کہ: گنہگار مسلمان جہنم سے نہیں نکلیں گے۔

نمبر: 18

مذہب اور خدا کو نہ ماننے والے روسی لا دین نہیں ہیں۔

نمبر: 19

داڑھی کو فضول اور سوشلزم کو وقت کی ضرورت سمجھنا۔

نمبر: 20

ہندوؤں کی تعلیمات کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیمات سمجھنا۔

یاد رہے!

اس تنظیم کے افراد اپنے نظریات و عقائد کو چھپاکے رکھتے ہیں موقع محل اور مخاطب کو دیکھتے ہوئے اپنے نظریات کا اظہار کرنے لگتے ہیں، ہر جگہ اپنے مخصوص عقائد کا پرچار اس لئے نہیں کرتے تاکہ معاشرے میں رسوائی و بدنامی کا سامنا نہ ہو۔

چنانچہ انکی ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے:

"ایک نظام کے اندر رہ کر اگر کوئی انقلاب کرنا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ اپنے مقاصد کو ابتداء ہی سے اس طرح واضح نہ کیا جائے کہ پہلے دن ہی سے مخالفت شروع ہو جائے، میں تمہیں بتاؤں کہ میں اپنا ایک منظم فکر اور مفصل پروگرام رکھتا ہوں اور میں نے سالہا سال غور و فکر کر کے اس کی تفصیلات

مرتب کی ہیں۔ جب میں ہندوستان واپس آیا تو مجھ سے میرے ساتھی پروگرام پوچھنے لگے، اب اگر میں ان سے اپنی ساری باتیں کہہ دیتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ انہیں سرے سے ناقابل عمل سمجھ کر مجھے ہمت لانے کے بجائے ناامید کر دیتے، میں نے یہ کیا کہ جب بھی مجھے موقع ملا، حاضرین کی سمجھ بوجھ کے مطابق ان کو کوئی جزئی بات کہہ دی۔"

(اقادات و ملفوظات ص 485)

جی ہاں:

تنظیم فکر ولی المی کی یہ تحفظات صرف لکھنے کی حد تک نہیں بلکہ وہ ان اصولوں پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں، اسی لئے یہ حضرات اپنا لٹریچر مخفی رکھتے ہیں، اپنی مجالس، بیانات اور کلاسوں میں مخصوص افراد کے علاوہ کسی اور کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ انکی محافل اور تنظیم سے اپنے آپ کو بچائیں۔ (جاری)

قسط: 1

مولانا محمد عمن طارق الماتیری صاحب

کیا معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کے اختیار میں ہوتا ہے؟

معاً

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب

قارئین کرام!

معجزہ اور کرامت فعل باری تعالیٰ ہے نہ کہ فعل نبی و ولی یعنی معجزہ و کرامت باری تعالیٰ کے اختیار میں ہوتے ہیں نہ کہ نبی و ولی کے اختیار میں، جیسا کہ قرآن و سنت و سلف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات سے یہ مدعی اپنے مقام پر ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے رہ ہدایت مؤلف امام اہلسنت و الجماعت حضرت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

قارئین کرام قبل اس کے کہ اصل بحث پر ہم بات شروع کریں اسے ذہن میں رکھئے گا!

کہ معجزہ و کرامت نبی و ولی کے اختیار میں بایں معنی قطعاً قطعاً نہیں ہے کہ باری تعالیٰ اس نبی و ولی کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیتا ہے حاشا و کلا ایسا نہیں ہے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک صریح حوالہ پیش خدمت ہے!

"بیانش سنکہ حق جل و علی بقدرت خود در عالم تکوین تصرف عجیب بنا بر تصدیق مقبولے ز مقبولان خود سے فرماید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت در او ایجاد سے فرماید و اورا پلہار آں مامور سے نمایند حاشا و کلا قدرت در عالم تکوین از خواص قدرت رہنی است نہ از آثار قوت انسانی (منصب امامت ص 31)

ترجمہ: بیان اس کا کہ باری تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے کسی کی تصدیق کے لئے اپنی قدرت سے عالم تکوین کوئی عجیب و غریب تصرف فرماتا ہے نہ یہ کہ خرق عادت کے صادر کرنے کی قدرت اس مقبول بندہ میں ایجاد کرتا ہے اور اسے اس کے اظہار پر مامور کرتا ہے حاشا و کلا معاملۃ یوں نہیں ہے کیونکہ عالم تکوین کے اندر قدرت تو یہ محض باری تعالیٰ کے خواص میں سے ہے نہ کہ خواص انسانی کے آثار سے۔

اسی طرح امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس موضوع پر مایہ ناز کتب نور ہدیت میں بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ رد بوارق سے جو کہ فارسی زبان میں رد ترجمہ کے ساتھ ایک اقتباس نقل کیا ہے وہ بھی اس

مقام پر ہم ہدیہ قارئین کرنا چاہیں گے چنانچہ امام اہلسنت و الجماعت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"فتاویٰ رشیدیہ میں معجزات و کرامات اور خوارق عادات کے بارے میں کئی ایک محققین عہاء امت سے متعدد نقول پیش کر کے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہے اور ہم نے اس کتاب میں ان کے بعض اقتباسات سے بھی استفادہ کیا ہے اور اسی میں حضرت مولانا حسین شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بت شکن کی کتاب رد بوارق سے جو فارسی زبان میں ہے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے ہم اس کے ایک حصہ کا لفظی ترجمہ ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں جو یقیناً بہت ہی مفید ہوگا چنانچہ وہ ارقام فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی قدرت اور اختیار عطاء کرنا اور اس کی قوت اقتدار سپرد کرنا اور مفہوم کا حامل ہے اور اپنے فعل خاص کو کسی چیز میں ظاہر کرنا اس کا مطلب اور ہے مثلاً کہنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ زید نے قلم سے لکھا اور اپنے فعل خاص جو کتابت ہے قلم میں ظاہر کیا مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ زید نے حرکت کی قدرت اور اختیار اور کتابت پر قدرت کا اقتدار قلم کو سپرد کر دیا ہے کیونکہ جب تک قلم مثل زید کے انسان نہ ہو جائے حرکت کی قدرت اور اختیار اور کتابت کی قوت اور اقتدار اس کو حاصل نہیں ہو سکتا اور خاصہ انسان قلم کے ہاتھ میں نہیں جاسکتا پس اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ زید نے قلم کو لکھنے کی قدرت اور اختیار دیا ہے اور اپنا خاصہ اس کے حوالے کر دیا ہے تو اس کے کلام کا حاصل یہ نکلے گا کہ زید نے قلم کو انسان بنادیا ہے بخلاف اس کے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے قلم سے لکھا تو اس کا مفاد یہ نکلے گا کہ لکھنے کا فعل زید کا خاصہ ہے اور قلم کو اس فعل میں کسی قسم کی کوئی قدرت اور اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی قوت اور اقتدار ہے (اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے)

بہ بین تدوینت راہ از کجا است تا کجا

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی اور دل میں اترگئی تو فوراً سے ہمارا اصل مطلب ملاحظہ کرنا (شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات) کہ افعال میں قدرت اور اختیار تو جناب باری تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے خواص میں سے ہے اور قوت و اقتدار آثار خاصۃ صمدیت سے ہے کسی شخص یا کسی چیز کو یہ قدرت عطاء کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کو ممکن کے مرتبہ سے اٹھا کر واجب کے درجہ پر لے جایا گیا ہے کیونکہ اس قدرت کا مبداء اور ان افعال پر اختیار رکھنا اور قوت و اقتدار کی دار و مدار صرف واجب الوجود کے آثار سے ہے (نہ کہ ممکن کے آثار سے) الخ

(راہ ہدایت ص 32/33 ہدایت بحوالہ رسالہ رد بوارق بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد 3 ص 220)

اسے ذہن میں رکھنے کے بعد یہ پیش نظر رہے کہ بعض عبارات سلف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات میں کرامت سے متعلق اختیار کے لفظ کے ساتھ یہ آیا ہے کہ یہ وہی کے اختیار میں ہوتا ہے جس میں سے ایک عبارت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی پیش کی جاتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے

والحق جواز وقوعہا قصد و اختیار (لمعات التنقیح باب الکرامات ص 514)

جواب نمبر: 1

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کچھ اور عبارات کو ذکر کر کے جمیع عبارات پر سلف کرم رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات کی روشنی میں ہی جواب دیا جائے کہ ان کی عبارت میں جو اختیار کا اثبات ہے وہاں کیا مراد ہے اور جہاں اختیار کی نفی ہے وہاں کیا مراد ہے کیونکہ خود حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری عبارات میں اختیار کی نفی ہے۔ یہاں یہ ذہن میں رکھئے گا کہ جمہور اہلسنت و الجماعت کے ہاں کرامت معجزہ ہی کی فرع ہے۔ بہر کیف حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالیٰ است کہ بر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ ست و خلق ز خدا تعالیٰ و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست (مدارج النبوة ج 2 ص 116)

ترجمہ: معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ باری تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جس کو نبی کے دست مبارک پر باری تعالیٰ ظاہر کرتا ہے برخلاف اور دوسرے افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے ہوتا ہے اور خلق باری تعالیٰ کی طرف سے جبکہ معجزہ میں کسب بھی بندہ کا نہیں ہوتا

دوسری جگہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

چہ معجزۃ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہری گردد بر دست بندہ بجهت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر سے گردد بقصد و اختیار او مثل سرر افعال (شرح فتوح الغیب مقالہ 6 ص 27) ترجمہ: کیونکہ معجزہ اور کرامت باری تعالیٰ کا فعل ہے کہ جسے باری تعالیٰ ظاہر کرتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کے غرض سے معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد اور اختیار سے صادر ہو جیسا کہ اور دوسرے افعال اختیار یہ ہیں جو بندہ کے قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

قارئین کرام جیسا کہ آپ حضرات نے پڑھ لیا ہوگا اور سمجھ بھی لیا ہوگا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی لمعات التنقیح کی عبارت کا تعارض پیش آرہا ہے مدارج النبوة کی عبارت اور شرح فتوح الغیب کی عبارت سے اس تعارض کو دور کیسے کیا جائے اس کے لئے سب سے پہلے ہم حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارات کی طرف ہی

مع دیگر سلف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کی طرف ہم اگر رجوع کریں گے تو مسئلہ کا حل آسانی سے نکل آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

توجہ کیجئے گا

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سالک کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تو اپنی خودی کو مٹا کر فانی ہو جائے تو

فحينئذ يضاف اليك التكوين وخرق العادات فيرى ذالك منك في ظاهر العقل والحكم وهو فعل الله واداته حقائق العلم الخ (فتوح الغيب مقالہ 6 ص 27)

ترجمہ: پس تیری طرف تکوین اور خوارق عادت کی نسبت کی جائے گی اور وہ چیز عقل کے ظاہری حکم کے مطابق تجھ سے دیکھی جائے گی درں حالیکہ وہ در حقیقت اعتقادی اعتبار سے باری تعالیٰ کا فعل اور باری تعالیٰ کا ارادہ ہوگا

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

پس چوں فانی شود از خودی و نماید جز فعل و ارادت در تو نسبت کردہ سے شود بسوئے تو پیدا کردن کائنات و پارہ کردن عادات یعنی متصرف سے گرداند ترا در عالم بخوارق و کرامات پس دیدہ سے شود آن فعل و تصرف ز تو در ظاہر عقل و حکم وے و لیکن در باطن و نفس الامر فعل پروردگار مست تعالیٰ چہ معجزہ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہری گردد بر دست بندہ بجهت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر سے گردد بقصد و اختیار او مثل سائر افعال (شرح فتوح الغیب مقالہ 6 ص 27)

ترجمہ: پس جب تو اپنی خودی کو مٹا کر فانی ہو جائے اور تجھ میں فعل اور ارادہ کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے تو تیری طرف کائنات کی تخلیق اور خرق عادات کے امور کی نسبت کی جائے گی یعنی تجھے خوارق عادت کرامات کے سلسلہ میں جہان کے اندر متصرف گردانا جائے گا پس ظاہری طور پر صورتاً وہ فعل اور تصرف تجھ سے صادر ہوگا مگر باطن و نفس الامر و حقیقت میں وہ باری تعالیٰ کا فعل ہوگا کیونکہ معجزہ اور کرامت باری تعالیٰ کا فعل ہے کہ جسے باری تعالیٰ ظاہر کرتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کے غرض سے۔ معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد اور اختیار سے صادر ہو جیسا کہ اور دوسرے افعال اختیاریہ ہیں جو بندہ کے قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں

مقدمہ نمبر: 1

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صراحتاً یہ بھی فرمایا کہ حق یہ ہے کہ کرامت دلی کے اختیار میں ہوتی ہے۔

مقدمہ نمبر: 2

اسی طرح صراحتاً یہ بھی فرمایا کہ معجزہ و کرامت نبی و ولی کے اختیار میں نہیں ہوتے ہیں حتیٰ کہ صراحتاً یہ بھی فرمایا کہ معجزہ و کرامت میں کسب بھی نبی و ولی کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ یہ معجزہ اور کرامت ہر ایک محض فعل باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

مقدمہ نمبر: 3

ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ظاہری طور پر صورتاً وہ فعل اور تصرف نبی و ولی سے صادر ہوتا ہے مگر باطن و نفس الامر و حقیقت میں وہ فعل باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

نتیجہ:

جہاں اختیار کا اثبات ہے وہ ظاہراً و صورتاً ہے باطناً نفس الامر اور حقیقت میں اختیار باری تعالیٰ ہی کو ہے مطلب اختیار علی قدرۃ المعجزۃ و الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ و الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ یہ صرف اور صرف باری تعالیٰ کے پاس ہوتا ہے۔ فقہر

جواب نمبر 2

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ تکوین کے متعلق فرماتے ہیں

ثم قدیرد الیک التکوین فیکون جمیع ما یمتاج الیہ باذن اللہ تعالیٰ (فتوح الغیب مقالہ 46 ص

(80)

ترجمہ: پھر کبھی اس ولی کی طرف تکوین کی نسبت کردی جاتی ہے لہذا باری تعالیٰ کے حکم سے جس شئی کی حاجت ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں لکھتے ہیں

پہرہ سے شود بوسے پیدا کردن اشیاء و تصرف در اکوان کہ عبارت از خرق عادت است (شرح فتوح

الغیب مقالہ 46 ص 80)

ترجمہ: کہ دن کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا اور اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کر دیا جاتا ہے جو کہ عبارت ہے خرق عادت سے۔

اور کرامت و خرق عادت کے متعلق جیسا کہ پہلے بھی فرمایا آگے پھر تحریر فرماتے ہیں کہ

یعنی آں در حقیقت فعل حق است کہ بر دست ولی ظہور یافتہ چنانچہ معجزہ بر دست نبی صلی اللہ علیہ و

سم (شرح فتوح الغیب مقالہ 46 ص 207)

ترجمہ: کہ مطلب کرامت حقیقت میں فعل باری تعالیٰ ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے جیسا کہ

معجزہ نبی کا فعل ہوتا ہے۔

مقدمہ نمبر: 1

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ دلی کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا اور اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کر دیا جاتا ہے جو کہ عبارت ہے خرق عادت سے۔

مقدمہ نمبر: 2

آگے فرمایا کہ یعنی کرامت حقیقت میں فعل باری تعالیٰ ہوتا ہے جو دلی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے جیسا کہ معجزہ نبی کا فعل ہوتا ہے۔

نتیجہ:

مطلب کہ تکوین و تصرف کے اختیار سے مراد نبی و دلی کے ہاتھ پر معجزہ و کرامت و خرق عادت کا صدور ہونا ہے اور یہ اسناد مجازی ہے نہ کہ یہ کہ باری تعالیٰ ان کو اپنی طرح تکوین و تصرف کا اختیار دے دیتے ہیں کیونکہ یہ صرف اور صرف فعل باری تعالیٰ ہے لہذا یہ گویا رد ہے معتزلہ پر کہ وہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ و کثر اللہ تعالیٰ سوادہم کے ہاتھ پر کرامت کے صدور کا انکار کرتے ہیں اور جمہور اہلسنت و الجماعت معجزہ و کرامت کو فعل باری تعالیٰ سمجھتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰت و التسلیمات و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ و کثر اللہ تعالیٰ سوادہم کے ہاتھوں اس کا صدور مانتے ہیں۔ مفتدیو

جواب نمبر: 3

جہاں اختیار کا اثبات ہے تو وہاں پہلے سے باری تعالیٰ کی طرف سے علم ہوتا ہے اور پھر اس علم کے مطابق قصد ہوتا ہے جیسا کہ الکشف میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کرامت کی ایک قسم یہ بیان فرمائی ہے کہ

"ایک قسم وہ جہاں علم بھی اور قصد بھی جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے الخ" (الکشف ص 10)

نتیجہ:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم اور قصد کا ذکر فرمایا جو کہ دلیل الٰہی ہے اثبات اختیار پر مطلب جہاں اختیار ہے وہاں بوجہ علم من اللہ تعالیٰ کے بندہ قصد کرتا ہے چاہے وہ قصد پھر دعاء کے ذریعہ ہو یا کسی اور عمل کے ذریعہ جیسے یہاں فرمان مبارک کا لکھ کر نیل میں ڈالنا ہے تو اختیار علی العمل ہوا نہ کہ

اختیار علی قدرۃ المعجزة او الکرامة یا اختیار علی قدرۃ خرق العادة یا اختیار علی ایجاد المعجزة او الکرامة یا اختیار
علی ایجاد خرق العادة۔ فتدبر

افکال کا جواب نمبر 2 اور تعارض کا جواب نمبر 4

اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ و کثر اللہ تعالیٰ سو اوہم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آصف بن برخیا
رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعاء کی اور اس دعاء کے نتیجہ میں باری تعالیٰ نے تخت بلقیس کو حاضر کر دیا۔

تفسیر ابن کثیر پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

تفسیر طبری پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

تفسیر بغوی پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

التفسیر المیسر پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

تفسیر السعدی پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

الوسیط لطنطاوی پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

بیان القرآن پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

معارف القرآن پارہ 19 سورۃ النمل آیت 40

نتیجہ:

لہذا جہاں اختیار کا اثبات ہے وہاں مراد اختیار علی العین ہے نہ کہ اختیار علی قدرۃ المعجزة او الکرامة یا اختیار علی

قدرۃ خرق العادة یا اختیار علی ایجاد المعجزة او الکرامة یا اختیار علی ایجاد خرق العادة۔ فتدبر

سوال:

کیا یہ کہہ جا سکتا ہے کہ جہاں اختیار کا اثبات ہے وہاں کسب مرد ہے اور جہاں اختیار کا اثبات نہیں ہے وہاں خلق
مراو ہے؟

جواب:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ واشکاف الفاظ میں اس کی نفی فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں جیسا کہ
پچھلے بھی باحوالہ سزر گیا کہ

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالیٰ است کہ ہر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ

کسب این از بندہ ست و خلق ز خدا تعالیٰ و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست (مدارج النبوة ج 2 ص

116)

ترجمہ: معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ باری تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جس کو نبی کے دست مبارک پر باری

تعالیٰ ظاہر کرتا ہے برخلاف دوسرے افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے ہوتا ہے اور خلق باری تعالیٰ کی طرف سے جبکہ معجزہ میں کسب بھی بندہ کا نہیں ہوتا۔

دوسری جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

چہ معجزۃ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہری گردد بر دست بندہ بجهت تصدیق و تکریم دے نہ فعل بندہ است کہ صادر سے گردد بقصد و اختیار او مثل سرر افعال (شرح فتوح الغیب مقادۃ 6 ص 27) ترجمہ: کیونکہ معجزۃ اور کرامت باری تعالیٰ کا فعل ہے کہ جسے باری تعالیٰ ظاہر کرتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق و تکریم کے غرض سے معجزۃ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد اور اختیار سے صادر ہو جیسا کہ اور دوسرے افعال اختیار یہ ہیں جو بندہ کے قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

نتیجہ:

لہذا کسب کو بایں معنی لین کہ بعض دفعہ نبی یا ولی کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیا جاتا ہے اور پھر وہ اس کا کسب کرتا ہے اور باری تعالیٰ اس کا خلق فرماتے ہیں تو جیسا کہ اس کو کلی طور پر ماننا شرک ہے اسی طرح اس کو جزئی طور پر بھی ماننا شرک ہے۔ فافہم۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم

سوال:

کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض معجزات و کرامات اختیاری ہوتے ہیں اور بعض معجزات و کرامات غیر اختیاری؟

جواب:

اگر بعض کرامات کے اختیاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ بعض کرامات میں بندہ کو اختیار علی قدرۃ المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی قدرۃ خرق العادۃ یا اختیار علی ایجاد المعجزۃ او الکرامۃ یا اختیار علی ایجاد خرق العادۃ دے دیا جاتا ہے تو اس حیثیت سے یہ تقسیم خانہ زاد ہے جمہور اہلسنت و الجماعت کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے تفصیل کے دیکھئے راہ ہدایت مولف امام اہلسنت و الجماعت حضرت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نوٹ:

ان شاء اللہ تعالیٰ قسط نمبر: 2 میں اہل بدعت میری مراد بریلوی اور سیفی حضرات ہیں کی طرف سے جو عبارات کرامات سے متعلق باختیارہم و طلبہم وغیرہ پیش کی جاتی ہیں ان پر گفتگو ہوگی کہ اختیار کے کلام عرب میں 7 معانی آتے ہیں اور ان عبارات میں قطعاً حاشا و کلاً اختیار کا معنی قدرت و سلطنت

اس حیثیت سے کہ بندہ کو اختیار علی قدرۃ المعجزة والكرامة یا اختیار علی قدرۃ خرق العادة یا اختیار علی ایجاد المعجزة والكرامة یا اختیار علی ایجاد خرق العادة دے دیا جاتا ہے نہیں ہے۔

بلکہ انتقاء واصطفاء ہے یا اختیار کے 7 معنی میں سے کوئی اور معنی مگر قدرت و سلطنت تو ہے ہی نہیں ورنہ جمہور المسلمین و الجماعات کے اصولوں کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

لہذا یہ واضح ہو جائے گا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کہ ان عبارات کا اصل مبحث سے تعلق ہے ہی نہیں مزید شیخ عبد الحق محدث دہلوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت جس میں اثبات اختیار ہے اس کا ایک اور جواب بھی گویا ذکر ہو جائے گا۔

مفتی رب نواز حق صاحب مدیر اعلیٰ مجلہ الفتویٰ احمد پور شرقیہ

بہینس کی قربانی، امین اللہ پشاور کی قربانی

غیر مقلدین کا ایک گروہ بہینس کی قربانی کے ناجائز ہونے کی رائے رکھتے ہیں جب کہ اس کے برعکس ان کی ایک بڑی جماعت بہینس کی قربانی کو دلائل شرعیہ سے ثابت مانتی ہے، پھر جو لوگ اسے ثابت اور جائز مانتے ہیں ان میں سے بعض نے اس پر مفصل مضامین اور مستقل رسالے لکھے ہیں مثلاً حافظ ابو یحییٰ نور پوری (نائب مدیر ماہنامہ السنۃ جہلم) نے "بہینس کی قربانی" اور ابو ابراہیم محمد ندیم (دار برتن) نے "بہینس کی قربانی کا شرعی حکم" مضامین تحریر کئے، جو انہی ناموں کے ساتھ پی ڈی ایف کی صورت میں بھی منظر عام پہ آچکے ہیں۔ شیخ عنایت اللہ مدنی غیر مقلد نے بہینس کی قربانی کے جواز پر "بہینس کی قربانی ایک عسی جائزہ" رسالہ لکھا جسے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح حافظ نعیم الحق ملتانی غیر مقلد نے "بہینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ" نام سے بہینس کی قربانی کے جواز پر مستقل کتب تحریر کی ہے۔ کئی سال سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ ملتانی صاحب نے اپنی اس کتاب میں دوسرے جن غیر مقلدین کے فتاویٰ نقل کئے ہیں ان میں سے ایک فتویٰ مولانا امین اللہ پشاور کی غیر مقلد کا ہے جو ان کی کتاب "فتاویٰ امین اللہ جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ تا ۳۹۸" سے منقول ہے۔ پشاور صاحب غیر مقلدین کے ہاں "فتیہ العصر" اور "کثیر التصنیف" مصنف سمجھے جاتے ہیں۔ ذیل میں اسی کتاب سے پشاور صاحب کا فتویٰ تلخیص کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

بہینس کی قربانی کے دلائل بہت زیادہ ہیں

پشاور صاحب "بہینس کی قربانی کے جائز ہونے کے دلائل" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں :

"بہینس کی قربانی کے جائز ہونے کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔" (بہینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۴)

لفظ بقر کی جامعیت

پشاور صاحب لکھتے ہیں :

"پہلی دلیل : (لفظ بقر کی جامعیت) قرآن و سنت کو اللہ تعالیٰ نے عربی مبین میں نازل فرمایا۔ لہذا ہر

لفظ اور کلمہ اپنے تمام مدلولات کو شامل ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ فلاں لفظ فلاں معنی پر دلالت میں صریح (واضح) نہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے لفظ "غنم" کا تذکرہ فرمایا ہے، لہذا ہر وہ حیوان جو لفظ "غنم" کے تحت آسکتا ہے اس کا حکم "غنم" والا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لفظ "بقر" کا تذکرہ فرمایا ہے۔ لہذا ہر وہ جانور جسے عربی میں "بقر" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس پر تمام احکام لفظ "بقر" والے جاری ہوں گے۔ مثلاً حلال ہونے، قربانی، دودھ کا استعمال، گوشت کا استعمال اور زکوٰۃ کی ادائیگی۔ تو جس طرح عربی زبان میں لفظ "البقر" کالی، سفید، زرد، اور دیگر رنگوں سے تصنع رکھنے والی گائیوں کی تمام اقسام پر بالا جاتا ہے، اور سب کا حکم ایک جیسا ہے، اسی طرح یہ لفظ بھیئیں اور ٹیکے سے پیدا ہونے والی ہر طرح کی گائیوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ لہذا سب کا حکم برابر ہے۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۵)

مخالفین سے دلیل کا مطالبہ

پشاور ی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ بھیئیں لفظ "بقر" کے تحت نہیں آتی، دراصل دینا اس کی ذمہ داری ہے مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ کالے رنگ کی گائے لفظ "بقر" کے تحت نہیں آتی، اور اس کا حکم "البقر" والا نہیں، تو ہم ایسے شخص سے دلیل کا مطالبہ کریں گے۔ اسی طرح قرآن و سنت میں "اہل" کے لفظ کا تذکرہ بھی وارد ہے، جو اونٹوں کی تمام انواع کو شامل ہے مثلاً بختی، عربی، مسہری، ارجی، اور مجیدی وغیرہ، لہذا یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بختی اونٹ کے حلال ہونے کی کیا دلیل ہے؟ عربی اونٹ کے حلال ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اور اسی طرح کے ملتے جلتے دیگر اعتراضات بھی نہیں کئے جاسکتے۔ جو شخص اس طرح کی بات کرے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ان سب اقسام پر لفظ "اہل" دلالت کر رہا ہے، اور دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی یہی دستور کار فرما ہے" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۵)

بھینس کے گائے کی قسم ہونے پر اہل لغت کا اجماع

پشاور ی صاحب لکھتے ہیں:

"لیجئے تمام اہل لغت متفق ہیں کہ بھیئیں گائیوں کی ایک نوع ہے لہذا اس کا حکم بھی گائیوں جیسا ہے" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۵)

مولانا عبید اللہ رحمانی غیر مقلد کی غلطی

پشوری صاحب نے مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد لسان العرب المنجد، المعجم الوسيط، تاج العروس، اقرب الموارد، ومعجم متن اللغة کے حوالے پیش کئے، پھر لکھا:

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا بحث سے [صاحب "مرعۃ" مولانا عبید اللہ رحمانی (نعیم الحق)] مبارک پوری کے موقف کی کمزوری اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ "بہینس کو گائیوں کی ایک نوع قرار دینا اہل لغت میں سے صرف ایک دو ائمہ کا قول ہے" حالانکہ اس سلسلے میں اقوال اہل لغت کی تعداد بہت زیادہ اور اہل علم کے ہاں معروف بھی ہے۔" (بہینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۶)

بہینس کی قربانی کا جواز قرآن و سنت میں ہے

پشوری صاحب آگے لکھتے ہیں :

"جب یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ لغت میں لفظ "البقرہ" "الجاموس" کو بھی شامل ہے تو شرعاً بھی اس کا حکم یہی ہوگا۔ لہذا اس کی قربانی کا ثبوت قرآن مجید اور سنت صحیحہ سے مل گیا۔" (بہینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۶)

بہینس کی قربانی کو قیاسی مسئلہ کہنے والوں کا حکم

پشوری صاحب آگے لکھتے ہیں :

"اب یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ قیاسی مسئلہ ہے، یا وضاحت کے ساتھ ثابت نہیں جیسا کہ اس طرح کی باتیں کچھ جاہل قسم کے لوگوں سے سنی جا رہی ہیں، جو قرآن و سنت سے استدلال کے طریقوں سے نااہل، ان کی معرفت سے نا آشنا اور ان کے قواعد سے ناواقف ہیں۔ عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لیے یہ دلیل ہی کافی ہے، جاہل اور بے کار لوگوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔" (بہینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۶)

دوسری دلیل اجماع امت

پشاورى صاحب لکھتے ہیں :

"دوسرى دليل: (اجماع امت) مسلمانوں كا اجماع منعقد ہو چكا ہے كه گائيوں كى طرح بهينس ميں زكوٰه واجب، اس كى قربانى جائز، اور اس كا كھانا حلال ہے ۔ مسلمانوں كے اجماع كا ماخذ اہل علم كے مذكورہ بالا اقوال اور چند سطروں كے بعد پيش كى جانے والى احاديث پر مشتمل ہے۔ اب دعوىٰ اجماع كے متعلق اہل علم كے چند اقوال حاضر خدمت ہیں" (بهينس كى قربانى كا تحقيقى جائزہ صفحہ ۲۱۶)

تيسرى دليل حديث نبوى

پشاورى صاحب لکھتے ہیں :

"تيسرى دليل: (حديث نبوى صلى الله عليه وسلم) ... ہر وہ حديث جس ميں لفظ "بقر" موجود ہے ، بهينس كى حلت (اور قربانى) كى دليل ہے ۔ كيوں كه يہ ہندى گائے ہے ، اور گائيوں كى سب سے اعلیٰ قسم ہے ۔ اس مضمون كے متعلق سينكڑوں احاديث وارد ہیں۔" (بهينس كى قربانى كا تحقيقى جائزہ صفحہ ۲۱۹)

بهينس كى قربانى كے جواز پر مرتب حديث

پشاورى صاحب آگے لکھتے ہیں :

"ان [احاديث (ناقل)] ميں سب سے واضح روايت وہ ہے جسے امام ديلمى نے "مسند الفردوس" جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ احديث نمبر ۲۶۵۰ ميں بيان فرمايا ہے : حضرت على رضى الله عنه سے مروى ہے ، فرماتے ہیں: قربانى ميں بهينس سات آدميوں كى طرف سے كفائيت كر جاتى ہے ۔ "يہ حديث ظاہراً موقوف ليكن حكماً مرفوع ہے ، كيوں كه ايسى بات رائے اور قياس كى بنياد پر نہیں كہي جاسكتى۔" (بهينس كى قربانى كا تحقيقى جائزہ صفحہ ۲۱۹)

صحابہ كرام نے بهينس كو گائے كا حكم ديا

پشاورى صاحب لکھتے ہیں :

"مصنف ابن ابی شیبہ (ج: ۲ ص: ۲۲۱) کتاب الزکوٰۃ باب من قال فیما دون ثلاثین من البقر زکوٰۃ" میں ایک حدیث یوں مرقوم ہے - عکرمہ بن خالد بیان کرتے ہیں مجھے "عک" نامی جگہ کے صدقات وصول کرنے کے سلسلے میں عامل مقرر کیا گیا، تو وہاں میری ملاقات کچھ ایسے بزرگوں سے ہو گئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں زکوٰۃ ادا کرتے رہے، میں نے ان سے پوچھا تو ... کہا... بھینس زکوٰۃ میں گائیوں کی طرح شمار ہوگی۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

پشادری صاحب مذکورہ بالا حوالہ نقل کر کے لکھتے ہیں :

"یہ حدیث بالکل واضح انداز میں بتا رہی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صدقات و زکوٰۃ جمع کرنے والے صحابہ کرامؓ نے بھینسوں کو گائیوں کے حکم میں شامل فرمایا۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۹)

عہد صحابہ و تابعین میں بھینس

پشادری صاحب لکھتے ہیں :

"عہد صحابہؓ و تابعین میں بھینسیں موجود تھیں، وہ کسی بھی انکار اور کراہت کے بغیر ان کا گوشت اور دودھ استعمال کیا کرتے تھے اور ان سے دیگر فوائد بھی حاصل کیا کرتے تھے۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۰)

بھینس کی قربانی کو جائز نہ ماننے والوں کا موقف درست نہیں

پشادری صاحب "کچھ اہل علم کی غلط فہمی" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں :

"لذا مراعاة المفاتیح ج: ۵ ص: ۸۱، فتاویٰ ثنائیہ ج: ۱ ص: ۸۱۰، فتاویٰ مبشر ربانی ج: ۳ ص: ۳۴ رسائل بہول پوری ص ۱۲۷ وغیرہ میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ درست نہیں۔" (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۲۰)

"صاحب مراعاة" پر بہت سے سوالات ہو سکتے ہیں

حافظ نعیم الحق ملتانی کہتے ہیں: اس کے بعد مولانا پشاورى نے صاحب مرعاة کا مفصل موقف نقل کرنے کے بعد لکھا:

”میں کہتا ہوں کہ صاحب ”مرعاة“ کی گفتگو پر بہت سے سوالات وارد ہوتے ہیں طوالت کے پیش نظر ہم انہیں نظر انداز کر رہے ہیں۔“ (بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ ص ۲۲۰)

محترم محسن اقبال صاحب

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خواب میں اللہ کا دیدار کرنا اور اس پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

در مختار میں امام ابو حنیفہؒ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ امام صاحبؒ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیوں نے غلو کیا ہے، حنفی جھوٹے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ بھی جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ کی خواب میں زیارت نہیں ہو سکتی، جو یہ دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا اللہ کی خواب میں زیارت کا واقعہ صرف احناف نے نقل نہیں کیا بلکہ یہ واقعہ شیخ یوسف صالح الشافعیؒ نے اپنی کتاب "عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان" میں نقل کیا ہے جو کہ شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

کیا غیر مقلدین یہاں بھی یہ اعتراض کریں گے کہ شیخ یوسف صالح شافعیؒ بھی غلو کر رہے ہیں اور یہ واقعہ نقل کرنے کی وجہ سے کذاب ہیں؟

اس کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ کا اللہ کی خواب میں زیارت کا واقعہ امام ابن جوزیؒ کی کتاب "مناقب امام احمد بن حنبل" میں اور امام ذہبیؒ کی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں ذکر کیا گیا ہے۔

ربی بات کہ اللہ کی خواب میں زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں تو غیر مقلدین اگر اپنے ہی مستند علماء کی کتابیں پڑھ لیتے تو اس بات کا انکار نہیں کرتے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکمل میاں نذیر حسین دہلوی فتاویٰ نذیریہ میں کہتے ہیں کہ

"اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے تو یہ جائز ہے۔" (فتاویٰ

نذیریہ، جلد 1 صفحہ 61)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نقل کرتے ہیں کہ

"جس نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دیکھنے والا اپنی حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں دیکھے گا، اگر وہ آدمی نیک ہے تو اللہ تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھے گا، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو خوبصورت اور بہترین صورت میں دیکھا" (مجموع الفتاویٰ، جلد ۵، صفحہ ۲۵۱)

شیخ ابن بازؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ

"دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن خواب میں اس کی زیارت ہو سکتی ہے اور دلوں کے حالات کے مطابق قلبی مکاشفات اور مشاہدات ہو سکتے ہیں۔" (فتاویٰ ابن باز، جلد دوم صفحہ 127)

اور یہی فتویٰ سعودیہ کی فتویٰ لجنہ الدائمہ کی کمیٹی کا بھی ہے (فتاویٰ، جلد 2 صفحہ 235) اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں :

ما حکم من يدعى أنه قدر رأى رب العزة في المنام؛ وهل كما يزعم البعض أن الإمام أحمد بن حنبل قدر رأى رب العزة والجلال في المنام أكثر من مائة مرة؟
ج: ذكر شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله وآخرون أنه يمكن أنه يرى الإنسان ربه في المنام، ولكن يكون ما رآه ليس هو الحقيقة، لأن الله لا يشبهه شيء سبحانه وتعالى، قال تعالى: {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ} وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (2) فليس يشبهه شيء من مخلوقاته، لكن قد يرى في النوم أنه يكلمه ربه، ومهما رآه من الصور فليست هي الله جل وعلا، لأن الله لا يشبهه شيء سبحانه وتعالى، فلا شبهة له ولا كفو له...

سوال :

خواب میں رب العزۃ کو دیکھنے کے دعویٰ پر آپ کیا فرماتے ہیں ؟
اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں اپنے رب کا سو مرتبہ سے زیادہ دیدار کیا ، کیا یہ درست ہے ؟

جواب :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ :
خواب میں بندہ کا اپنے رب کو دیکھنا ممکن ہے ، لیکن جو اسے نظر آئے وہ صورت حقیقت میں اللہ کی صورت نہیں ہوگی ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں ، جیسا قرآن کریم میں (کوئی شے اس کی مثل نہیں) یعنی مخلوق میں کوئی بھی اسکی مشابہت نہیں رکھتا۔ (مجموع فتاویٰ ابن باز جلد ۶ صفحہ 367)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ

"ومن رأى الله عز وجل في المنام فانه يراه في صورة من الصور بحسب حال الرأى، ان كان صالحاً رآه في صورة حسنة، ولهذا رآه النبي صلى الله عليه وسلم في أحسن صورة"

ترجمہ: جس نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دیکھنے والا اپنی حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں دیکھے گا، اگر وہ آدمی نیک ہے تو اللہ تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھے گا، کسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو خوبصورت اور بہترین صورت میں دیکھا۔ (مجموع الفتاویٰ، جلد 5، صفحہ ۲۵۱)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

"کبھی مومن اللہ کو خواب میں اپنے ایمان و یقین کے اعتبار سے مختلف صورتوں میں دیکھتا ہے۔ اگر اس کا ایمان صحیح ہے تو وہ اللہ کو اچھی صورت میں دیکھے گا اور اگر اس کا ایمان ناقص ہے تو وہ اپنے ایمان کے درجہ کے حساب سے دیکھے گا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، 3/390)

غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں

"امام رازیؒ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کو خواب میں مخصوص صورت میں دیکھنا جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ کو بہ چشم سر، حالت بیداری میں نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں خواب میں کوئی دیکھے تو دیکھ سکتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں بارہا اللہ کو دیکھا، بات چیت کی، یہ پوچھا کہ اے رب تیرا قرب کس طرح مل سکتا ہے؟ فرمایا: تلاوت قرآن سے۔ (مجموعہ رسائل عقیدہ، جلد 1، 529)

اس سے بڑھ کر نواب صدیق حسن خان اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں اپنے رب کو چشم سر سے علی الصبح دیکھا اور بات کی، دیکھنا آپ کا اللہ کو دنیا میں من جہہ آپ کی خصوصیات کے ہے۔ (الشہامۃ العنبریہ، 28/29)

یہاں نواب صدیق حسن خان تسیم کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں رب کو آنکھوں سے دیکھا۔ کیا کسی غیر مقلد میں ہمت ہے کہ نواب صدیق حسن خان پر حدیث کی مخالفت کی وجہ سے گمراہی کا وہی فتویٰ لگائے جو احناف پر لگاتے ہیں۔

غیر مقلدین سے سول یہ ہے کہ اگر تمہارے نزدیک اللہ کی خواب میں زیارت ممکن نہیں اور جو اس کو جائز کہتا ہے وہ جھوٹا ہے تو کیا یہ جھوٹا ہونے کا فتویٰ میاں نذیر حسین دہلوی، ابن تیمیہ، ابن باز پر اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا واقعہ نقل کرنیوالے امام ابن جوزی امام ذہبی اور نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہم اللہ جیسے محدثین پہ بھی لگے گا؟

محترم محمد حذیفہ راجکوٹی صاحب

(آخری قسط)

نواصب کا تعارف

قارئین کرام!

پہلی قسط میں ہم نے آپ کے سامنے دور اول کے نواصب کا حال پیش کیا تھا اور مضمون کے آخر میں ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ان شاء اللہ دوسری قسط میں ہم دور حاضر کے نواصب کا حال آپ کے سامنے پیش کریں گے اور ان کے نظریات پر تبصرہ بھی کریں گے، تو ملاحظہ فرمائیے۔

جیسا کہ ہم پہلی قسط میں آپ کے سامنے عرض کر چکے ہیں کہ نواصب میں جو لوگ حد سے زیادہ تشدد اور نفی تھے وہ تو دائرہ اسلام سے ہی نکل گئے تھے اور انہوں نے روافض کے مقابلے میں گویا ایک نئے دین کی بنیاد رکھ لی تھی جبکہ دور حاضر کے نواصب کے نظریات اگرچہ حد کفر کو نہیں پہنچے لیکن ان کے نظریات بہر حال اہل سنت والجماعت سے متصادم ہیں، اور دور حاضر اور دور اول کے نواصب میں اتنی بات قدرے مشترک ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سادات پر طعن و تنقید کا اور یزید (جس کے فسق پر اہل سنت کا اتفاق ہے) کی مدح و توصیف کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

پاکستان کے اندر جس صاحب نے "ناصبیت" کی بنیاد رکھی اور جنہیں نواصب کا امام کہنا زیادہ مناسب ہے وہ محمود احمد عباسی صاحب ہیں ان ہی کی بدولت صدیوں سے دبا ہوا "ناصبیت" کا فتنہ دوبارہ اٹھا اور اہل سنت والجماعت کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا، ان صاحب نے سنہ 1958ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "خلافت معاویہ و یزید" ہے اور اس کے اندر نواصب کے نظریات کو "تحقیقی ریسرچ" کا عنوان دے کر بڑے سلیقے سے بیان کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس میں بیان کئے گئے نظریات جمہور اہل سنت والجماعت کے منصور و مقبول مسک کے خلاف تھے اسلئے علماء اہل سنت نے اس کتاب کی تردید میں مضامین و رسائل لکھے اور اس کتاب میں کی گئی دھوکا دہی کو طشت از یام کیا چنانچہ حضرت قاری محمد حبیب صاحب رحمہ اللہ نے اس کے رد میں "شہید کربلا اور یزید" رسالہ تصنیف فرمایا اسی طرح حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے "محمود احمد عباسی کے نظریات" کے نام سے رسالہ تصنیف فرمایا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء حق نے اس کا مدلل و مفصل رد لکھا، اس کتاب کے اندر کیا نظریات پیش کئے تھے جس کی وجہ سے علماء اہل سنت کو اس کی تردید کرنی پڑی، اسے سمجھنے کیلئے ہم آپ کے سامنے اس کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے آپ کے سامنے اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

جیسا کہ ہم نے کہا کہ نواصب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور جہاں موقع ملتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرتے ہیں، چنانچہ اپنے روحانی آباء و اجداد کی پیروی کرتے ہوئے محمود احمد عباسی صاحب، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مشکوک ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ بیعت چنانکہ بلوائیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ناحق قتل کر کے سبائی گروہ نے اپنے اثر سے قائم تھی" (ص: 121)

موصوف کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے خدا واسطے کا پیر ہے اسلئے اسے مشکوک کرنے کیلئے اسے قاتلوں اور بلوائیوں کی "تائید شدہ" اور ان کے اثر سے قائم قرار دے رہے ہیں تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر "قاتلین عثمان" کے ساتھ تھے (معاذ اللہ) جب ہی تو ان کے زیر اثر خلافت قائم ہوئی تھی حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے ورنہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مہاجرین و انصار کے اتفاق سے قائم ہوئی تھی، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان باغیوں کی بیعت بالکل قبول کی تھی جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اور وہ بالفعل قتل میں ملوث نہیں تھے اور چونکہ وہ قابو میں آنے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اسلئے شرعاً وہ مامون تھے اسلئے ان کی بیعت قبول کرنے اور ان پر ہاتھ نہ ڈالنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجرد کرنا یا کسی بھی درجے میں انہیں "قاتلین عثمان" کا طرفہ قرار دینا انتہائی بدبختی اور بغض اہل بیت کا شاخسانہ ہے، چنانچہ حضرت مولانا اسماعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم العالیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"آخر حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سمیت مہاجرین و انصار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ایک بار پھر یہ ذمہ داری (خلافت کی ذمہ داری، ناقل) سنبھالنے کی درخواست کی۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تحریک پیش کرنے والوں میں سے تھے۔ وہ بار بار کہتے رہے: "ابو الحسن! آئیے ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔" آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا اصرار دیکھ کر کھلے دل کے ساتھ کہا: "چاہو تو تم میری بیعت کرلو، چاہو تو میں تم میں سے کسی ایک کی بیعت کرلوں۔" دونوں نے کہا: "ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔" یہی دونوں حضرات سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔"

("تاریخ امت مسلمہ"، جلد: 2، ص: 162)

اسی طرح باغیوں سے بیعت لینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں کہ:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں سے بیعت لینا محض سیاسی مصلحت نہیں تھی بلکہ قرآن مجید کی

تعلیم یہی تھی:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْبِلُوا عَلَيْهِمْ فَأَعْسَوْا أَنِ اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورة المائدة: آیت: 34)
(ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ ہی کریں تو ایسی صورت میں جان رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے)
اس میں ہدیت ہے کہ اگر کوئی فساد کرے، زیر ہونے سے پہلے پہلے ہتھیار ڈال کر حاکم کی اطاعت اختیار کر لے تو وہ قابل معافی ہے"

(جلد: 2، ص: 166)

مذکورہ بالا عبارات سے یہ دو باتیں بالکل بے غبار ہو جاتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مہاجرین اور انصار کے اتفاق سے قائم ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان باغیوں کی بیعت کو قبول کرنا جو بالفعل قتل میں موثر نہ تھے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق تھا جس پر کسی قسم کا بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجروح کرنے کیلئے اس طرح بات جیسی محمود احمد عباسی صاحب نے لکھی ہے، حال ہی میں انتقال کرنے والے اور نامی ذہنیت کو پروان چڑھانے والے پروفیسر طاہر علی ابہاشی صاحب نے بھی لکھی ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب "مذکرہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ آپ کے ہاتھ پر سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے بیعت کی جو قتل عثمان میں پیش پیش تھے بلکہ بعض صحابہ کو تلواروں کی نوک پر بھی بیعت کیے مجبور کیا گیا"
(ص: 482)

اسی طرح موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"بعد میں ان ہی قاتلوں نے اتنا تقرب حاصل کیا کہ بڑے بڑے عہدوں سے نوازے گئے، حالانکہ یہ لوگ ہر ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق گردن زدنی تھے"

(ص: 125)

مذکورہ بالا عبارات سے بالکل واضح ہے کہ موصوف ہاشمی صاحب بالکل اسی راستے پر چل رہے ہیں جس راستے پر محمود احمد عباسی صاحب چھے تھے یعنی "قاتلین عثمان" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقرب کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پوزیشن کو مجروح کر رہے ہیں اور پھر آخر میں یہ لکھ کر کہ:

"حالانکہ یہ لوگ ہر ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق گردن زدنی تھے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلے پر تنقید بھی کر رہے ہیں حالانکہ موصوف کے نزدیک صحابی کے فیصلے پر تنقید کرنا "توہین" کے زمرے میں آتا ہے اور موصوف ایسے لوگوں کو صحابہ کا "ناقد" قرار دیتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب "ناقدین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین مختلف پیرایوں سے انہیں ہدف تنقید بناتے رہے، بعض حضرات بزعم خویش اپنے وضع کردہ نظام سیاست کو عین اسلام کا نظام حیات باور کراتے ہوئے اسے "معیار حق" قرار دیتے ہیں پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس پر تنقید کرتے ہیں"

(ص: 11)

یہاں موصوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلوں پر تنقید کرنے والوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا "ناقد" قرار دیا ہے جبکہ موصوف خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حالانکہ یہ لوگ ہر ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق گردن زدنی تھے"

سوال یہ ہے کہ موصوف کو آخر کس نے حق دیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے انہیں یہ بتائیں کہ "قاتلین عثمان" ملکی، قومی اور شرعی قانون کے مطابق قابل گردن زدنی تھے۔ کیا موصوف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ شرعی، قومی اور ملکی قانون کو سمجھتے تھے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تو ممنوع ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ممنوع نہ ہو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابی رسول نہیں ہیں کہ جو رعایت (تنقید سے بالاتر ہونا) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بوجہ "صحابیت" کے حاصل ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں ہے؟ یقیناً حاصل ہے لیکن چونکہ نواصب کا مطمح نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت کو مجروح کرنا ہوتا ہے اسلئے وہ اس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے پھر چاہے اس کی وجہ سے اپنی لکھی ہوئی بات کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑے، ہم چونکہ اہل السنۃ والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہمارے نزدیک کسی بھی صحابی پر تنقید کرنا ہر گز جائز نہیں ہے تو پھر حضرت معاویہ و حضرت علی رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اصحاب پر کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

مذکورہ تمام تفصیل سے آپ کے سامنے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ نواصب کس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت کو مجروح کرنے کو شش کرتے ہیں اور کمزور باتیں لے کر اپنے غیث باطن کا اظہار کرتے ہیں جس طرح روافض ادھر ادھر کی باتیں اٹھا کر حضرات صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں بعینہ اسی راستے پر نواصب ہر گری پڑی بات اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور شخصیت کو مجروح کرتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ نوصب جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت کو مجروح کرتے ہیں وہاں سادات پر تنقید اور یزید کی مدح و توصیف کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ہم اپنے اس دعوے پر محمود احمد عباسی صاحب کی چند عبارات پیش کر کے اسے آپ کے سامنے مدلل پیش کرتے ہیں چنانچہ عباسی صاحب اپنی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی "صحابت" کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وفات نبوی کے وقت چار، پانچ سال کا ہونا ثابت ہے، تو صحابت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چہ جائیکہ صحابی جلیل ہونے کا"

(ص: 86)

اسی طرح موصوف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کے خلاف مخلصانہ و مجتہدانہ اقدام کے بارے میں اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے اور انہیں اقتدار حاصل کرنے کا متمنی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ بات بھی واقعات سے ثابت ہو چکی ہے کہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی یہ خواہش ان کو عرصہ سے قحی موقع مناسب کے منتظر تھے"

(ص: 581)

اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو نبی ﷺ کے ارشادات کے خلاف ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکام شریعت کی تصریحات سے واضح ہے کہ امیر المؤمنین یزید کے خلاف حضرت حسین کے اقدام خروج کا جواز مطلق نہ تھا"

(ص: 190)

مذکورہ عبارات سے عباسی صاحب کا اہل بیت عظام سے بغض و عناد واضح ہے کہ موصوف اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی "صحابت" کا بھی انکار کر دیا اور انہیں نبی ﷺ اور احکام شریعت کا مخالف تک کہہ دیا اس سے بڑی بد بختی اور کیا ہوگی؟

اب ذرا دوسری طرف دیکھئے کہ موصوف اس شخص کی مدح و توصیف میں جس کے فسق پر اہل سنت کا قریب قریب اجماع ہے کس طرح رطب اللسان ہیں چنانچہ موصوف یزید کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندی صوم و صلوٰۃ کے ساتھ میر یزید حد درجہ کریم النفس، سلیم الطبع سنجیدہ و متین تھے"

(ص: 171)

قارئین کرام! یہ تھا نواصب کا تعارف، جسے ہم نے اپنی بساط کے مطابق وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا امید ہے کہ آپ کے سامنے "ناصبیت" کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہوگی اور ہم اپنا مدعا سمجھانے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے

آخر میں اس دعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ رکھے اور جمہور اہل سنت و اجماعت کے عقائد و نظریات پر مرتے دم تک قائم رکھے اور اسی پر موت دے آمین!

بجاء النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

نقطہ: 1

طاہر گل دیوبندی

مفتی محمد حسین نیلوی صاحب کے عقائد و نظریات

اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ نبی انسان اور بشر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت شیخ التفسیر والحديث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ بحوالہ شرح عقائد جلالی لکھتے ہیں

"النبي هو انسان بعثه الله تعالى الى الخلق لتبليغ ما اوحى اليه"

ترجمہ: "نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کی خاطر مبعوث کرتا ہے"

بشر آدمی اور انسان یہ تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں۔ اور اس عبارت سے واضح ہو کہ نبی انسان ہوتا ہے۔ اور انسان روح اور جسم سے مرکب ہے۔

ایک محسوس فرقے یعنی فرقہ بریلویہ نے جب بشریت انبیاء کرام علیہم السلام سے انکار کیا اور نبی کو بشر کہنے والوں پر کفر کے فتوے لگائے تو علمائے اسلام نے ان کا بھرپور تعاقب کیا اور ان کے خلاف تحریراً اور تقریراً کام کیا۔ اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے خدمات قابل ذکر ہیں۔

ماتیں میں سے مفتی محمد حسین نیلوی صاحب نے بھی اس سلسلے میں ایک رسالہ بنام "بشریت نبوی" تھنیف کیا ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ثابت کرنے کے لئے متعدد آیات کریمہ اور احادیث مہارکہ نقل کرنے کے بعد صفحہ 4 اور 5 پر لکھتے ہیں

"اب ہم ان محفوظ ہستیوں کی محفوظ زبان سے دریافت کرتے ہیں جنہوں نے حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ زندگی گزاری اور ان کی محبت اور انکا عشق ہم جیوں سے کروڑہا بلکہ اربابا کھریا درجہ اتنی اعلیٰ اولیٰ او فر اکل تھا یعنی آپ کے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو وہ آپ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں اگر ہمارے ان کا عقیدہ ایک ہی ہو تو چشم روشن دل ماشاد اور اگر ہمارے عقیدہ ان سے مختلف ہو تو ہمیں اپنے عقیدے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔"

اس کے بعد کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے نقل کئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان، آدمی اور بشر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ اہل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا!

"كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ"

ترجمہ: آپ انسانوں میں سے انسان تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا!

"كَانَ رَسُولَ اللَّهِ هُوَ عَبْدٌ"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل بندے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا!

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مَرْبُوحًا"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے مرد تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا!

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔

ان تمام روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جسد غصری مع الروح کو نبی اور انسان کہتے ہیں کیونکہ انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نیلوی صاحب جہاں بریلویوں کو نصیحت کرتے وہاں خود بھی اپنے اصولوں پر عمل کر کے اپنے عقیدے پر بھی نظر ثانی کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عقیدہ بناتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نیلوی صاحب صرف روح کو نبی مانتے ہیں جسد غصری مع الروح کو نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ صراحتاً اس سے انکار کرتے ہیں۔

نبی روح ہوتا ہے نہ کہ جسد غصری مع الروح :

چنانچہ نیلوی صاحب اپنی کتاب نداء حق جلد 1 صفحہ 508 پر لکھتے ہیں

"یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے (نہ کہ جسد غصری مع الروح کی)۔"

نوٹ: بریکٹ والے الفاظ بھی نیلوی صاحب کے ہیں۔

اسی طرح مجموعہ رسائل نیوی جلد 1 صفحہ 96 پر بھی یہی بات ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

"یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے جسد غصری کی نہیں"

الصراط المستقیم فی اثبات الحیۃ البرزخیۃ للنبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسمیم میں لکھتے ہیں۔

"روح مع الحمید ہی کو نبی کہنا غلط ہے۔"

قارئین کرام غور فرمائیں کہ نیلوی صاحب نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقیدے سے کس طرح اعراض کیا۔

نیلوی صاحب کی اس عقیدے سے کیا کیا خرابیاں لازم آتی ہیں وہ ہم بعد میں بیان کریں گے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ نیلوی صاحب بھی کہتے ہیں کہ نبی انسان ہوتا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ نیلوی صاحب کے نزدیک انسان کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو اسی جسد عرضی مع الروح کو نبی اور انسان کہا جبکہ نیلوی صاحب اس کے منکر ہیں۔

انسان کیا چیز ہے؟

نیلوی صاحب نداء حق جلد 1 صفحہ 265 لکھتے ہیں

"انسان بدن محسوس سے مغائر ہے"

نداء حق جلد 1 صفحہ 274 پر لکھتے ہیں کہ

"صاحب تسکین سے یہ بات بھی مخفی نہ ہو گی کہ انسان اسی گوشت پوشت، ہڈیوں، پٹھوں، خون وغیرہ کا نام نہیں ہے اور نہ اس ڈھانچے کا نام ہے جو ہمیں نظر آتا ہے "

آگے جا کر صفحہ 280 پر لکھتے ہیں کہ

"انسان کے لئے صاحب ادراک عقلی ہونا ضروری ہے اور ادراک عقلی قلب میں حاصل ہوتا ہے، نہ کہ بدن میں، پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان اسی بیگل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا"

آگے صفحہ 291 پر لکھتے ہیں کہ

"حقیقی انسان وہ ذرہ ہی ہے جو قلب میں حلول کیے رہتا ہے اور جس میں کہ روح حلول کرتا ہے۔۔۔ یہی ذرہ مع اس روح کے جو اس میں حلول کیے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اس کا اعداء کیا جائے گا اسی کو نعمت ملے گی اور سی کو عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے

حق میں وارد ہیں سب اسی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں"

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ نیلوی صاحب صفحہ 272 پر لکھ آئے ہیں کہ

"یہ زرات اس قدر لطیف اور باریک ہیں کہ لطافت کی وجہ سے ان کا مشاہدہ بھی نہیں ہو سکتا"

اب غور فرمائیں کہ جب یہ زرد ہی حقیقی انسان ہے اور اس کا مشاہدہ بھی نہیں ہو سکتا اور نبی بھی انسان ہی ہوتا ہے اور نبوت اور رسالت کو بھی نیلوی صاحب نے صرف روح کی صفت لکھا ہے نہ کہ جسد عنبری مع الروح کی، جیسے کہ باحوالہ گزر چکا ہے تو اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں!

1. قرآن مجید کے بیشتر آیات کریمہ کا انکار:

نیلوی صاحب کے اس نظریے سے (کہ نبوت اور رسالت روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنبری مع الروح کی) قرآن مجید کی بیشتر آیات کریمہ کا انکار لازم آتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول کا خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات روح مع اجسدہ کو کیا گیا ہے۔ چنانچہ چند آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں!

آیت نمبر 1

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ (پارہ نمبر 22 آیت نمبر 59)
ترجمہ: "اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو۔"

- سوال نمبر 1: کیا یہاں نبی صرف روح کو کہا گیا؟
سوال نمبر 2: کیا نکاح صرف روح کا ہوا یا روح مع الجسد کا؟
سوال نمبر 3: کیا بنات صرف روح کی تھیں یا روح مع الجسد کی؟

آیت نمبر 2:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (پارہ نمبر 16 آیت نمبر 67)
ترجمہ: اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے۔

- سوال نمبر 1: کیا اس آیت میں صرف روح کو رسول کہا گیا ہے؟

سوال نمبر 2: کیا بات صرف روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟

آیت نمبر 3:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔

سوال نمبر 1: کیا اس آیت میں صرف روح کو نبی کہا گیا ہے؟

سوال نمبر 2: کیا جہاد صرف روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟

قدیم کرام !

نیلوی صاحب کے فلسفے کے مطابق مذکورہ بالا آیات کریمہ کیساتھ ساتھ بیشتر آیات قرآنیہ کا انکار ہوتا ہے۔
(ملخصاً از تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین تصنیف حافظ عبد الجبار سلفی صاحب)

2. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت سے انکار:

نیلوی صاحب کے اس نظریہ ہے کہ "رسالت و نبوت صرف روح کی صفت ہے نہ کہ جسد غصری مع الروح کی"
"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحابیت سے بھی انکار لازم آتا ہے۔
تفصیل:

سب سے پہلے ہم صحابی کی تعریف نقل کرتے ہیں کہ صحابی کسے کہتے ہیں۔
صحابی کی تعریف:

"من لقي النبي صلى الله عليه وسلم مومناً به ومات على الإيمان"
(قواعد الفقه: ۳۴۱)

یعنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخصیت کو کہا جاتا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو۔

اب اگر نبوت صرف روح کی صفت ہے تو روح تو کسی کو نظر نہیں آتی تو اس سے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا انکار لازم آتا ہے۔ اسی طرح اگر نبی وہ انسان (بقول نیلوی صاحب) کے وہ زرہ جو قلب میں

ہوتا ہے جیسے کہ وپر باحوالہ بیان ہوا) ہوتا ہے جو بقول نیلوی صاحب کے نظر ہی نہیں آتا تو کیا اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا انکار لازم نہیں آتا؟

3۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات سے انکار:

عام طور پر مماتی علماء دیوبند پر یہ بہتان لگاتے ہیں کہ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے منکر ہیں حالانکہ کوئی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کا انکار نہیں کر سکتا۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقده نے تسکین الصدور میں پورا باب اس پر لکھا ہے چنانچہ اس کے ابتداء میں حضرت لکھتے ہیں

"وفات حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قطعی امر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے جبار مخلوق کیلئے جو محکم اور اہل فیصلہ صدر فرمایا ہے وہ یہ کہ کل نفس ذائقة الموت (پارہ نمبر 4 سورۃ آل عمران) ہر نفس موت چکھنے والا ہے۔ اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔"

دوسری طرف نیلوی صاحب کا نظریہ ہے کہ نبوت اور رسالت روح کی صفت ہے جسد عنصری مع الروح کی نہیں۔ اور نیلوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ موت کا روح کیساتھ کچھ تعلق نہیں یعنی روح نہیں مرنے۔ (دیکھئے نداء حق جلد 1 صفحہ 508)

اب چونکہ روح پر تو موت نہیں آتی تو ثابت ہوا کہ نیلوی صاحب کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نہیں آئی۔

دوسری طرز سے

نیلوی صاحب نے اپنی کتاب میں صاف لکھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان زندہ رہتا ہے۔۔۔ دار دنیا سے دار برزخ میں منتقل ہونے سے انسان مرتا نہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتا ہے:-

"مرنے کے بعد بھی انسان زندہ رہتا ہے"

اور آگے لکھتا ہے

"دار دنیا سے منتقل ہو کر دار برزخ میں پہنچ جانے سے بھی انسان نہیں مرتا" |

(ندائے حق ج 1 ص 16، 17)

جب دار دنیا سے ور برزخ میں منتقل ہونے سے انسان مرتا نہیں تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی نساں ہیں لہذا وہ بھی نہیں مرتے۔ چنانچہ نبوی صاحب ام رازی رحمہ اللہ سے بلا تردید نقل کرتے ہیں

"ایہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے انبیاء اللہ تعالیٰ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔"

نداء حق جلد 1 صفحہ 279

لیجئے یہاں تو صراحتاً انبیاء کرام علیہم السلام کے وفات سے انکار کر دیا۔ وہ الزام ہم کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

4۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں ہوئی:

نبوی صاحب کے فلسفے کے مطابق نبی چونکہ صرف روح ہوتی ہے اسی لئے نہ تو نبی پر موت آئی اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا۔

5۔ آج روضہ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں (العیاذ باللہ):

نبوی صاحب کے فلسفے کے مطابق آج روضہ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں (العیاذ باللہ) کیونکہ نبی تو صرف روح تھا جس کی تدفین نہیں ہوئی۔

6۔ بشریت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انکار:

نبوت کو اگر صرف روح کی صفت مان لی جائے (جیسے کہ نبوی صاحب کا نظریہ ہے تو اس سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا انکار بھی لازم آتا ہے کیونکہ روح تو ایک نورانی چیز ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام بھی نور ہونے نہ کہ بشر۔ اب وہ مماتی کیا جواب دیں گے جو سنے روز عمائے دیوبند پر بریلویت کے فتوے لگاتے نہیں ٹھکتے۔ واضح رہے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کا انکار کفر ہے۔

7۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا انکار:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سورۃ الاحزاب پارہ ۲۱۵

ترجمہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

واضح رہے اسوہ حسنہ افعال و اعمال اور حرکات و سکنات نبوت کا نام ہے جو بدن سے صادر ہوتی ہے اب اگر نیلوی صاحب کا نظریہ مان لیا جائے کہ نبوت اور رسالت صرف روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح کی تو اسوہ حسنہ تو نظر ہی نہیں آیا اب عمل کس طرح کریں گے؟

8۔ کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا:

نیلوی صاحب کے نظریے سے (کہ نبوت اور رسالت صرف روح کی صفت ہے نہ کہ جسد عنصری مع الروح) کفار کو بھی کھلی چھوٹ ملتی ہے کیونکہ جب کفار نے نبی (یعنی روح بقول نیلوی صاحب کے) کو دیکھا ہی نہیں تو ایمان کس پر لاتے؟

محقق العصر حضرت مولانا عبد الجبار سننی صاحب حفظہ اللہ اس موقع پر ایک مماتی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ سے پوچھیں گے کہ میرا نبی تمہارے پاس آیا تم نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بھی کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ آگے سے کفار (بقول مماتی صاحبان) اگر کہہ دیں کہ ہم نے تیرے نبی کو دیکھا ہی نہ تھا پتہ نہیں کہاں آئے؟ (کیونکہ روح غیر مبصر چیز ہے) ابو جہل نیلوی صاحب کی "نداء حق" پیش کر دے گا کہ نبی صرف روح ہے تو اس وقت مؤلف "المسلک المنصور" ابو جہل کی حمایت کریں گے یا اللہ تعالیٰ کی؟"

(القول المعتبر فی حیات خیر البشر صفحہ 19)

قسط: 2

مولانا عبد الرحمن عابد صاحب

فقہ غیر مقلدین قرآن و حدیث کے خلاف ہے!

غیر مقلدین حضرات کی مزید مسائل بھی ملاحظہ کیجئے جو صراحۃً قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

4. شریعت:

شریعت کی یہ بات کس سے پوشیدہ ہوگی کہ ایک وقت میں آدمی دو حقیقی بہنوں کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ... وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (سورۃ النساء آیت نمبر 23)
ترجمہ: تم پر حرام کردی گئی ہیں ----- کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو، البتہ جو کچھ پہلے ہو چکا وہ ہو چکا۔

بغاوت:

لیکن غیر مقلدین کا مسلک شریعت محمدیہ کے خلاف ملاحظہ کیجئے، انکے فتویٰ میں یوں سوال بمع جواب درج ہے:

سوال: زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو ایک طلاق رجعی دی، رجعی طلاق کی عدت کے اندر اندر اپنی حقیقی سالی ہندہ سے نکاح کر لیا تو جائز ہوگا یا نہیں؟
جواب: نکاح جائز ہے مگر پہلی بیوی سے رجوع جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج 2 ص 196)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ جب طلاق ہی واقع نہیں ہوئی تو پھر حقیقی سالی سے نکاح کیسے؟ کیا یہ شریعت کی صریح خلاف ورزی نہیں؟

5. شریعت:

شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو بغیر طہارت کے مس نہیں کر سکتے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ

"لَا يَمْشِي إِلَّا الْيَمِينُ" (سورة الواقعة، آية 79)

ترجمہ: اس کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو خوب پاک ہیں۔

اور امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی: 179ھ) نے موطا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھا تھا، جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے

"لا يمسن القرآن الا طاهر"

ترجمہ: قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک شخص۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر)

بغاوت:

اب قرآن و حدیث کے خلاف فرقہ غیر مقلدین کا نظریہ بھی ملاحظہ کیجئے چنانچہ نواب وحید الزمان صاحب غیر مقلد (المتوفی: 1338ھ) لکھتے ہیں:

"اما مس المصحف لمحدث فجوزة الاكثر من اصحابنا" (نزل الابرار ح 1 ص 26)

ترجمہ: ہرچہ قرآن کریم کو بغیر وضوء کو چھونا ہے تو ہمارے اکثر اصحاب (اہل حدیث) اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اور دوسری جگہ بھی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"واختلفوا في مس المصحف للمحدث والمختار الجواز عند الاكثر اصحابنا" (ایضاً ص: 45)

نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند ارجمند جناب نواب نور الحسن صاحب (المتوفی: 1336ھ) لکھتے ہیں:

"اگرچہ محدث رامس مصحف جائز باشد" (عرف الجادی ص: 15)

ترجمہ: اگرچہ بے وضو شخص کیلئے مصحف کو چھونا جائز ہے۔

قارئین کرام خود فیصدہ کریں کہ کس طرح اپنے اوپر اہل حدیث کا لیبل لگا کر قرآن و حدیث کی مخالفت کی جا رہی ہے۔

6. شریعت:

شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ امام ضامن ہوتا ہے مثلاً امام کی نماز ٹوٹنے سے مقتدی کی نماز خود بخود ٹوٹ جاتا ہے یا امام پر سجدہ سہو لازم ہونے پر مقتدی بھی سجدہ سہو کریگا۔ بہر حال امام ضامن ہوتا ہے چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْإِمَامُ ضَامِنٌ" (سنن ابی داؤد

ج 1 ص 253 رقم الحدیث 517)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام ضامن ہوتا ہے۔"

بغاوت:

اب خود کو اہل حدیث کہلانے والوں کا مسک بھی ملاحظہ فرمائیں انکی کتابوں میں ہے کہ شنگ امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے۔

چنانچہ ثواب نور الحسن خان صاحب (المتوفی: 1336ھ) نے لکھا ہیں

"وصح اقتداء صحیح بمعذور وسالم بمریض۔ وکاس بدار (عرف الجادی ص 23)

ترجمہ: "اقتداء صحیح ہے صحیح شخص کا معذور کے پیچھے اور تندرست کا بیمار کے پیچھے۔۔۔ اور شنگ امام کے پیچھے"

افسوس کی بات ہے اپنے ان خرافات کو عوام سے چھپایا جاتا ہے اور مجال ہے کہ اب تک کسی غیر مقلد نے ان پر رد کیا ہو!

7. شریعت:

شریعت نے عورت کو پردے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا"

ترجمہ: اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے۔

بغاوت:

اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے والے فرقے کی بھی سن لیجئے چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب (البتوفی: 1336ھ) لکھتے ہیں

"ایہ حجاب مختص ہازوج رسول خداست" (عرف الجادی 52)
ترجمہ: حجاب والی ایت اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیویوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

ملاحظہ کریں کس طرح شریعت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟

8. شریعت:

یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ شریعت نے زیادہ سے زیادہ چار نکاح کی اجازت دی ہے۔ اس پر کئی دلائل ہیں ہم قرآن کریم کی ایک آیت پر اکتفاء کرتے ہیں

فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلثَ وَرُبْعَ
ترجمہ: پس نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار۔

بغاوت:

لیکن فرقہ غیر مقدسین کی قرآن و حدیث سے بغاوت ملاحظہ کیجئے کہ ان کے معتمد و محقق العصر شیخ نواب صدیق حسن خان صاحب البتوفی (1307ھ) لکھتے ہیں

"مثنی وثلث وربیع یستفاد منہ جواز نکاح النساء اثنتین اثنتین وثلاثا وثلاثا وربعا وربعا البراد جواز تزوج کل دفعة من هذه الدفعات فی وقت من الوقات ولیس فی هذا تعرض لمقدار عددھن، بل یستفاد من الصیغ الکثرة من غیر تعین (طفر الاضی عما یجب فی القضاء علی القاضی ص 297 دار ابن حزم بیروت)
یعنی اس ایت مثنی وثلث وربیع میں عدد متعین نہیں ہے بلکہ اس کثرت میں غیر متعین عورتیں مراد ہیں۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کے فرزند ارجمند ثواب نور الحسن صاحب بھی یہی فتویٰ دیتے ہوئے رقطراز ہیں

"برائے استدلال بر منع زیادت بر اربع نشود و ایہ کریمہ فأنکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربیع" بر محاورہ عرب عربہ وانتم لغت مفید جواز نکاح دو دو وسہ سہ و چہار چہار نساء در یک بار است و دوران تعرضے از برائے مقدار عدد زنان نیست" (عرف الہادی ص 111)
اسکا بھی یہی مفہوم ہے کہ آیت مذکورہ میں چار سے زائد نکاح کی ممانعت نہیں ہے بلکہ چار سے زائد شادی کر سکتے ہیں۔

قارئین کرام!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ غیر مقلدین کے اکابرین اپنے عوام کو قرآن و حدیث کے نام پر دھوکہ دے کر کہیں لے جا رہے ہیں۔ دعویٰ عمل بالحدیث کا اور عمل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔
اہل حدیث بھائیوں سے بھی گزارش ہے کہ خد را عقل کے ناخن لیں اور ایسے مجتہدین کی بجائے اسلاف پر اعتماد کریں اسی میں دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔۔۔ (جاری)

مفتی رب نواز حق مدظلہ اعلیٰ مجلہ الفتویٰ احمد پور شرقیہ

تین دن قربانی، فاروق رفیع کی زبانی

غیر مقلدین عرصہ دراز سے نہ صرف چار دن قربانی کے قائل رہے بلکہ سے حدیث کا مسئلہ قرار دے کر دوسروں کو حدیث کا مخالف کہتے چلے آئے۔ مگر موجودہ دور کے آل غیر مقلدیت کے کئی مایہ ناز مصنفین نے ڈنگے کی پوٹ اعلان کر دیا ہے کہ از روئے دلیل قربانی کے تین دن ہیں اور وہ حدیث ضعیف ہے جس سے چار دن قربانی کا جواز بتایا جاتا ہے۔ میری معصومات کے مطابق سب سے پہلے حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتابوں "علمی مقالات اور توضیح الاحکام" میں یہی بات لکھی، پھر شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب نے اپنے رسالہ "السنة" جہلم شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۳۵ میں اس کا اعلان کر دیا۔ بندہ نے ان دونوں کی عبارات اپنے ایک مضمون "تین دن قربانی غیر مقلدین کی زبانی" میں جمع کر دی ہیں جو مجلہ صفحہ نومبر ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا ہے۔

اب ایک در رسالہ "قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ" پڑھنے کا اتفاق ہوا جس کے مصنف فاروق رفیع صاحب غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے بھی تین دن قربانی کے مسلک کو رائج قرار دے کر چار دن کے قائل غیر مقلدوں کے مسلک کو مرجوح قرار دے دیا ہے۔ ان کے ذکر کردہ دلائل کو پڑھنے سے پہلے مقدمہ میں لکھی گئی ان کی درج ذیل عبارت پڑھ لیں۔

فاروق رفیع صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"ہر مسئلہ کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے شہوس دلائل سے ثابت کیا گیا... نیز جن ضعیف روایات سے کمزور استدلال کیا جاتا ہے، یا غلط مسائل کو رواج دیا جاتا ہے ان روایات کا ضعف بیان کر کے غیر مشروع مسائل سے قارئین کو آگاہ کیا گیا ہے۔ تاکہ متناشیان حق کو تلاش حق میں سہولت ہو اور حیلے بہانوں اور کمزور دلائل کا سہارا لینے والے ناکام و نامراد رہیں۔" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۷۱)

اس عبارت کے پیش نظر ہمیں حق بنتا ہے کہ ہم یوں کہیں کہ فاروق صاحب نے تین دن قربانی والے مسلک کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے اور مخالف دلیل کی کمزوری ظاہر کر کے چار دن قربانی کے قائل غیر مقلدین کو ناکام و نامراد قرار دے دیا۔

تین دن قربانی کے قائلین

جناب فاروق رفیع صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قربانی کے تین دن (۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ) ہیں، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے اور ابو حنیفہ، مالک، ثوری اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی اسی مذہب کے قائل ہیں۔" (قربانی، حقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۱)

تین دن قربانی کے دلائل

رفیع صاحب آگے "تین دن قربانی" کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"دلائل: فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ [الحج: ۲۸] اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انہیں دیئے ہیں، سو ان میں سے کھو اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔"

آگے لکھتے ہیں:

"یہ آیت واضح نص ہے کہ ایام معلومات قربانی کے دن ہیں لیکن ایام معلومات سے کتنے اور کون سے دن مراد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایام قربانی کے متعلق کچھ اقوال منقول ہیں جن سے ایام معلومات (ایام قربانی کی تعیین ممکن ہے) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

الايام المعلومات والمعدودات من جمعيتين اربعة ايام. فالايام المعلومات يوم النحر و يومان بعدة والايام المعدودات ثلاثة ايام بعد يوم النحر

ایام معلومات اور ایام معدودات کل چار دن ہیں، چنانچہ ایام معلومات يوم النحر (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) ہیں۔" (قربانی، حقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۲)

رفیع صاحب نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کے متعلق لکھا:

"حسن: تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۷۲۸۔ تفسیر ابن کثیر۔ محمد بن عجلان مدنی صدوق راوی ہے، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح

ہے۔" (حاشیہ قربانی، عقیدہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۲)

تین دن قربانی کی واضح دلیل

رفیع صاحب سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر کے متعلق آگے لکھتے ہیں:

"یہ اثر واضح دلیل ہے کہ ایام معلومات (قربانی کے ایام) تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) ہیں اور تیرہ ذی الحجہ کا دن ایام معدودات (تکبیرات کے ایام) میں شامل ہے۔ معلومات (ایام قربانی) میں داخل نہیں۔ اس موقف کی تائید آئندہ اقوال صحابہ سے ہوتی ہے" (قربانی، عقیدہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: الاضحی یومان بعد یوم الاضحی عید الاضحی کے دو دن بعد تک قربانی ہے" (قربانی، عقیدہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

رفیع صاحب نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

"صحیح: مؤطا امام مالک، کتاب الضحایا، باب الضحیۃ عما فی بطن المرأة و ذکر الايام الاضحی، حدیث الكتاب: ۱۲، سنن بیہقی: ۹/۲۱۶" (حاشیہ: قربانی، عقیدہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: النحر ثلاثة ايام قربانی تین دن ہے۔" (قربانی، عقیدہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

حاشیہ میں اس کا یہ حوالہ دیا:

"حسن: احکام القرآن للطحاوی : ۲، ۲۰۵، ۲۵۷" (حاشیہ قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"النحر یومان بعد النحر و افضلها یوم النحر یوم نحر کے بعد قربانی دو دن ہے (یعنی ۱۰-۱۱۔
۱۲ ذوالحجہ قربانی کے ایام ہیں) اور یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی قربانی افضل ہے۔" (قربانی، عقیقہ اور
عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

رفیع صاحب نے اس اثر کو نقل کر کے حاشیہ میں یوں حوالہ دیا:
"احکام القرآن للطحاوی : ۲، ۲۰۵، ۱۵۷" (حاشیہ قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: الذبح بعد النحر یومان قربانی یوم نحر کے بعد
دو دن ہے" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

"صحیح: سنن بیہقی : ۲۹۷، ۹۔ احکام القرآن للطحاوی : ۲، ۲۰۶، ۱۵۷" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ
۱۳۳)

چار دن قربانی کی ضعیف روایت

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیری قول کہ ایام معلومت سے مراد یوم نحر اس

کے بعد تین دن ہیں (یعنی قربانی کے چار ایام ہیں) ضعیف ہے " (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

پھر حاشیہ میں اس کی وجہ ضعف یوں بیان کی :

"ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم : ۱۴۷۲۔ اس میں حکم بن عتبہ کی تالیس ہے " (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۳)

تین دن قربانی کی قرآن سے دلیل

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"قرآن حکیم میں ایام معلومات قربانی کے ایام قرار دیئے گئے ہیں اور مذہب ثانی کے دلائل میں یہ بات بھی عیاں ہو چکی ہے کہ ایام معلومات تین دن (۱۰ - ۱۱ - ۱۲ ذوالحجہ) ہیں " (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۳۵)

ایام قربانی میں رائج مسلک

رفیع صاحب "رائج مذہب" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"تین دن قربانی کے قائلین کا مذہب رائج اور قرین صواب ہے اور مذہب ثانی کے دلائل کی رو سے اس مذہب کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۵)

چوتھے دن قربانی کرنا ثابت نہیں

رفیع صاحب لکھتے ہیں:

"بعض لوگ تصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے، لہذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں، لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی

نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی، بلکہ ایام قربانی تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذو الحجہ ہیں۔ تیرہ ذو الحجہ کا دن قربانی میں شامل ہی نہیں، جیسا کہ اس کی مفصل وضاحت (بعنوان ایام قربانی کا بیان) میں بیان ہوئی ہے۔" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ ۱۳۹)

کتاب سنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالا دستی

فاروق رفیع صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"اس ساری کاوش سے مقصود کتاب و سنت کی ترویج و قرآن و سنت کی بالا دستی کے نظریے کی راہ ہموار کرنا ہے۔" (قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ صفحہ ۱۸)

فاروق صاحب کی اس عبارت کے مطابق کتاب و سنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالا دستی میں یہ بھی شامل ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں اور چار دن قربانی والا مسلک از روئے دلیل کمزور ہے۔

اعلان:

غیر مقلدین کے ایک اور مصنف حافظ بدال صاحب نے اپنے رسالہ "قربانی کے چار دن؟" میں تین دن قربانی والے مسلک کو مدلل بیان کیا اور چار دن والے موقف کی بھرپور تردید کی ہے۔ ان کی عبارات ہم کسی اور مضمون میں جمع کر کے احباب کی خدمت میں پیش کریں گے ان شاء اللہ۔

مولانا الیاس علی شاہ صاحب

تدفین میت کے بعد قبر کے پاس سورۃ البقرۃ کا اول و آخر پڑھنا

جس عمل کا جواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین سے صراحت کیساتھ ثابت ہو اس کو بدعت نہیں کہ جاسکتا جیسے دفن کے بعد میت کے سرہانے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرہ کی آخری آیات "آمن الرسول" سے ختم سورۃ تک پڑھنا یہ مستحب اور ثابت ہے۔

لیکن آج کل بعض لوگ "جن کا مقصد فتنہ پھیلانا ہے" ایسے موقع پر فساد شروع کر دیتے ہیں کہ یہ عمل خلاف سنت ہے، اور احادیث سے ثابت نہیں، اور قبرستان میں بحث شروع ہو جاتی ہے، فوٹنگی کے موقع پر اکثر دوریاں جو ختم ہو جایا کرتے ہیں ان فسادوں کا فساد مزید دوریوں کا پیش خیمہ ثابت ہو جاتا ہے۔ جمہور اہل سنت (اتحاد جیسے علامہ قاضی خان، علامہ ابن ہمام، علامہ ابن نجیم، علامہ ملا علی قاری، علامہ شرنبلالی اور علامہ شامی۔ شوافع جیسے علامہ تیکلی، علامہ نووی، علامہ ابن حجر، علامہ سیوطی، بلکہ صراحت کیساتھ امام شافعی، امام احمد بن حنبل امام خلال، امام ابن قدامہ الجوهری، علامہ ابن قدامہ المقدسی وغیرہم) اس عمل کے جواز و استحباب کے قائل ہیں۔ ان کے پاس اس عمل کے ثبوت میں احادیث بھی ہیں۔ جن کا حکم صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں!

پہلی حدیث:

(۳۹۱) حدثنا أبو أسامة عبد الله بن محمد بن أبي أسامة الحنبل، حدثنا أبي (ح)

وحدثنا إبراهيم بن دحيم الدمشقي، حدثنا أبي (ح)

وحدثنا الحسين بن اسحاق التستري، حدثنا علي ابن حجر

قالوا: حدثنا مبشر بن اسماعيل، حدثني عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلج عن أبيه قال: قال لي

أبي: يا بني! إذا مت فأخبرني فأذا وضعتني في الحدي فقل: بسم الله وعلى ملة رسول الله، ثم سن على

التراب سناً، ثم اقرأ عند راسي بفاتحة البقرة وخاتمتها فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه

وسلم يقول ذلك

(المعجم الكبير للطبرانی، الجزء التاسع عشر، ص 220، 221)

ترجمہ: عبد الرحمن بن العلاء اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب میں مر جاؤں تو مجھے لحد میں رکھ دینا،

اور جب مجھے لحد میں رکھو تو یہ دعا پڑھنا "بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ" اور میرے سرہانے سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی فرماتے سنا ہے۔

دوسری حدیث:

(۴۰۸) اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ، ثنا ابو العباس احمد بن یعقوب، ثنا العباس بن محمد، سألت یحییٰ بن معین عن القراءة عند القبر، فقال: حدثنا مبشر بن اسماعیل الحلبي، عن عبد الرحمن بن العلاء بن الجلاج عن أبيه أنه قال لبنيه: إذا دخلتموني قبري فضعوني في اللحد وقلوا: بسم الله وعلى سنة رسول الله، وسنوا على التراب سنا، واقرأوا الله وأعدوا راسي أول البقرة وخاتمتها، فاني راضٍ بما بين عمر يستحب ذلك۔

(السنن الكبرى الجزء الرابع، ص 93، كتاب الجنائز، باب ما ورد في قراءة القرآن عند القبر/الدعوات الكبير الجزء الثاني، ص 297)

ترجمہ: عبد الرحمن بن العلاء اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ علاء بن جلاج نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ جب تم مجھے قبر میں داخل کرو تو مجھے لحد میں رکھ دینا اور یہ دعا پڑھنا "بسم اللہ وعلیٰ سنتہ رسول اللہ"، اور مجھ پر مٹی ڈالو اور میرے سرہانے سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھنا کیونکہ میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ اسے مستحب سمجھتے تھے۔

نوٹ:

پہلی روایت میں صحابی رسول حضرت جلاج رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول ذلك فرما رہے ہیں اور دوسری روایت میں صحابی کا بیٹا حضرت علاء بن جلاج تابعی اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے راوی ابن عمر يستحب ذلك بھی فرما رہے ہیں۔ لہذا دونوں روایتوں میں کوئی تضاد و تعارض نہیں۔ گویا دونوں روایتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، دو صحابی حضرت جلاج اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ایک تابعی علاء بن جلاج سے اس مسئلہ کا ثبوت مل رہا ہے۔

اعتراض:

غیر مقلدین حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دونوں روایتوں کا مرکزی راوی عبد الرحمن بن العلاء ہے۔ جس

کے متعلق علامہ الہانی لکھتے ہیں کہ ابن حبانؒ کے سوا کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور وہ توثیق کرنے میں متساہل ہے۔

جواب:

محققین میں سے امام بخاریؒ نے التریخ الکبیر میں، امام ترمذیؒ نے امام ابو زرعہ رازی سے سنن ترمذی میں اور امام ابو حاتم رازی نے المجرح والتعديل میں عبد الرحمن کا تذکرہ کیا ہے اور کسی قسم کی جرح نہیں کی ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے اس روای کی ضمنی توثیق کر رکھی ہے کیونکہ ان کے شاگرد امام دوریؒ نے ان سے قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کے متعلق پوچھا، تو اس نے جواز کے بارے میں عبد الرحمن بن العلاء کی روایت بیان کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن العلاء ان کے نزدیک قابلِ حجت ہیں۔ ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ کی مذکورہ بالا روایت۔

اور امام غزالیؒ کے الفاظ یہ ہے:

وسالت یحییٰ بن معین فحدثنی بهذا الحدیث... (الامر بالمعروف والنہی عن المنکر / کتاب القراءة عند القبور ص 87)

امام حمد بن حنبلؒ نے بھی اس روای کی ضمنی توثیق کر رکھی ہے کیونکہ ان کے سامنے جب عبد الرحمن بن العلاء کی روایت امام محمد ابن قدامہ جوہری نے سنائی تو آپ نے رجوع کر کے اس کے موافق عمل کرنے کا حکم دیا۔ امام ابو بکر الخلال نے اس واقعہ کو دو سندوں سے روایت کی ہے۔

پہلی سند:

اخبرنی الحسن بن احمد الوراق، ثنی علی بن موسی الحداد، وکان صدوقاً، وکان ابن حماد المقری یرشد الیہ۔ فاخبرنی قال: کنت مع احمد حنبل فی جنازة، فلما دفن المیت جلس رجل ضری یقرأ عند القبر... الخ...

دوسری سند:

واخبرنا ابو بکر بن صدقة قال: سمعت عثمان بن احمد بن ابراهیم الموصلی قال: کان ابو عبد اللہ احمد بن حنبل فی الجنازة... الخ...

دوسری سند میں ابو بکر احمد بن عبد اللہ بن صدقہ بغدادی ہیں، علامہ ذہبی نے ان کو الحفظ کے لقب سے یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ موصوف نے امام احمدؒ سے مسائل حاصل کئے ہیں اور ان سے امام خللؒ نے استفادہ کیا ہے (تاریخ الاسلام) ان کا انتقال 293ھ کو ہوا ہے۔ (طبقات اعنابلہ)

اور عثمان بن احمد موصلیؒ کے متعلق قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں صہب امامنا وروی عنہ اشیاء۔ کہ وہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے بہت سے مسائل نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد قاضی ابو یعلیٰ نے مذکورہ قصہ بھی ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

نیز پہلی سند میں موجود علی بن موسیٰ الہداد نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ پہلی سند میں حسن بن احمد اور ارق کو قاضی ابو یعلیٰ نے امام خلاؒ کا استاد قرار دیا ہے جس سے امام خللؒ نے بہت استفادہ کیا امام حسن بن احمد الوراق کی اتنی شہرت اور تعریف کافی ہے جس سے دوسری سند کی متابعت ہو جاتی ہے۔ العرض یہ قصہ ثابت ہے اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

ضمنی توثیق کے اصول کے خود البانی اور غیر مقلدین کے دیگر شیوخ قائل ہیں۔ چنانچہ ابانی مرحوم ایک راوی کے متعلق لکھتے ہیں:

و كذلك وثقه كل من صحح حديثه اما باخراجه اياه في الصحيح كمسلم و ابی عوانة و ابن صعلی
صحته كالتزمذی

(الاحادیث الصحیحة الجز السابع ص 16)

ترجمہ:- ہر اس محدث نے اس راوی کی توثیق کی ہے جس نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے یا تو صحیح کے اندر لانے سے امام مسلم اور امام ابو عوانہ کی طرح یا صحت کی تصریح کرنے سے امام ترمذی کی طرح۔

اس اصول کے طور پر درجہ ذیل حضرات نے عبد الرحمن بن العلاء کی ضمنی توثیق کر رکھی ہے۔

1۔ امام بیہقیؒ نے دعوات الکبیر میں عبد الرحمن بن العلاء کی روایت کو حسن کہا ہے۔

هذا موقوف حسن (الدعوات الکبیر الجز الثانی، ص 297)

2۔ امام نوویؒ نے عبد الرحمن بن العلاء کی روایت کو حسن کہا ہے۔

وروینا فی سنن البیہقی بأسناد حسن... (الاذکار النوویة ص 137)

3۔ علامہ بیہقیؒ نے عبد الرحمن بن العلاء کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اسی قرأت والی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواة الطبرانی فی الکبیر و رجالہ موثقون... (مجمع الزوائد الجز الثالث ص 124 رقم: 4243)

اور دوسرے مقام پر عبد الرحمن بن العلاء کی ایک طبرانی والی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواۃ الطبرانی وفيه المعل بن الوليد ولما عرفه، وبقيّة رجاله ثقات... (مجمع الزوائد الجزء الخامس ص 23 رقم 7961)

4۔ علامہ منذریؒ نے بھی عبد الرحمن بن العلاء کی طبرانی والی ایک روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواۃ الطبرانی بأسناد لا بأس به... (الترهيب والترغيب الجزء الثالث ص 101 رقم 13)

5۔ علامہ شمس الدین محمد بن مظلّم المقدسیؒ نے بھی عبد الرحمن بن العلاء والی روایت کی تصحیح کر رکھی ہے۔

وصح عن ابن عمر... (كتاب الفروع الجزء الثالث ص 420 كتاب الجنائز)

6۔ علامہ ابن حجر نے امام بیہقی کی سند کی تخریج کرتے ہوئے عبد الرحمن بن العلاء کی روایت کو حسن کہا ہے۔

هذا موقوف حسن... (نتائج الافكار الجزء الرابع، ص 426/ الفتوحات الربانية لمحمد علی بن محمد علان الجزء

الرابع ص 136)

اعتراض:

البانی لکھتا ہے کہ علامہ ابن حجر کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے کیونکہ اس نے عبد الرحمن بن العلاء کو تقریب العہذیب میں مقبول کہا ہے جس کی روایت تب حسن ہوگی جب اس کی متابعت کی گئی ہو ورنہ راوی لین الحدیث ہوگا۔

جواب:-

حافظ ابن حجرؒ نے خود اس راوی کو مقبول کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس نے اس راوی کے روایتوں کے جائزہ لیا ہے اور اس کو مقبول قرار دیا ہے۔ حافظ بن حجر کے اصول کے مطابق عبد الرحمن بن العلاء مقبول درجہ کا راوی ہے گویا ان کی تحقیق میں اس حدیث کی متابع موجود ہے۔ اس لئے اس نے صراحت کے ساتھ اس کی روایت کی تحسین کر دی ہے۔

خود عملی طور پر جب ہم دیکھیں تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی فرسوع روایت اس کے لئے متابع ہے، اصولی طور پر اگرچہ یہ شاہد بنے گی مگر ایک تو متابع پر شاہد اور شاہد پر متابع کا اطلاق ہوتا اور دوم یہ کہ متابع اور شاہد دونوں سے مقصود ایک ہے کہ اس کے ذریعے تقویت حاصل ہوتی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

وقد تطلق المتابعة على الشاهد، وبالعكس ولا مرفيه سهل (نزهة النظر)

ترجمہ: کبھی متابعت پر شاہد اور کبھی اس برعکس اطلاق ہوتا، اور اس میں فیصلہ آسان ہے۔

عبد اللہ بن عمر کی فرسوع حدیث کو امام خلالؒ، امام طبرانیؒ اور امام بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔

امام خلالؒ فرماتے ہیں:

واخبرني العباس بن محمد بن احمد بن عبد الكريم قال: حدثني ابو شعيب عبد الله بن الحسين بن احمد بن شعيب الحراني من كتابه قال: حدثني يحيى بن عبد الله الضحاك البجلي، حدثنا ايوب بن نهيك الحلبي الزهري مولى آل سعد بن ابي وقاص قال: سمعت عطاء بن ابي رباح المكي قال سمعت ابن عمر قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: اذا مات احدكم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبرة، وليقر اعند راسه بفاتحة البقرة، وعند رجليه بخاتمتها في قبرة.. (الامر بالمعروف والنهي عن المنكر ص 88 وكتاب القراءة عند القبور ص 2)

اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن علامہ ابن حجر نے پھر بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا متابِع یعنی شاہد عبد الرحمن بن لعاء کی روایت موجود ہے۔

ويؤيده حديث ابن عمر: سمعت رسول الله اذا مات احدكم فلا تحبسوه، واسرعوا به الى قبرة، اخرجه الطبراني باسناد حسن.. (فتح الباری الجز الثالث ص 184، باب السرعة بالجنازة)

غیر مقلدین کے پاس قبرستان میں تلاوت کی حرمت پر کوئی صریح حدیث نہیں وہ ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو محض احتمال کے درجے میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تجعلوا بيوتكم مقابرا فان الشيطان يفر من البيت الذي يقر فيه سورة البقرة: یعنی تم اپنے گھروں سے قبرستان مت بناؤ کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس طرح میں سورۃ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے۔

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے قبرستان مت بناؤ جو اموات کی رہنے کی جگہ ہے جہاں اموات کو تلاوت کا کوئی شرعی حکم ہے نہ وہ تکلیفی طور پر تلاوت کرتے ہیں۔ ہاں اس میں جانب مخالف کا فقط احتمال ہے جو مراد ہو بھی سکتا اور نہیں بھی یعنی قبرستان میں تلاوت نہ کرو، یہ منطوق کے درجے میں نہیں محض احتمال ہے اور اس احتمال کے مراد ہونے پر کوئی خارجی دلیل ہے نہیں البتہ جمہور اہل سنت کے دلائل سے معلوم ہوا ہے یہ احتمال ہرگز مراد نہیں ہو سکتا۔

غیر مقلدین اس احتمال کے مراد لینے کے لئے امام بخاری کے ایک استدلال پر قیاس کرتے ہیں جو نماز کے بارے میں ہے۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے کراہیۃ الصلوة فی المقابر باب قائم کر کے اس پر حدیث صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورا سے استدلال کیا ہے۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ قیاس مع الفارق ہے۔
اولاً: اس لئے کہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ قبرستان میں نماز کی ممانعت مراد ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد نہ ہو۔

ثانیاً: یہاں اس حدیث میں ممانعت مراد لینے کی تائید دوسری صریح حدیث سے ہوتی ہے جو ترمذی اور ابوداؤد میں موجود ہے اور بقول علامہ ابن حجر امام بخاریؒ نے اس استدلال میں اس صریح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے الارض کلہا مسجد الا مقبرة والحمام۔

تو غیر مقلدین کا استدلال ممانعت تلاوت کے باب میں حدیث سے احتمال کے درجے میں ہے جو اہل سنت کے دلائل کیوجہ سے مراد نہیں ہو سکتا۔ اور امام بخاریؒ کا استدلال ممانعت صلاۃ کے باب حدیث سے احتمال کے درجے میں ہے مگر دوسری صریح دلیل سے یہ احتمال قوت پاتا ہے۔ واللہ اعلم

ہمارے چند دیگر کتب و رسائل



ناشر: نوجوانان احناف طلباء دیوبند پشاور